Digitized by Khilafat Library Rabwah

مدینۃ المسیح

۲۹ جنوری ۱۹۲۹ء بعد نماز ظہر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ چند یوم کے لئے تبدیل آب وہوا کی خاطر موضع پھیرو چیچی تشریف لے گئے۔ حضور نے اپنے بعد حضرت مولوی شیر علی صاحب کو مقامی جماعت کا امیر مقرر فرمایا ؛

۳۱ جنوری کو ایک احمدی وفد گورنر پنجاب کی خدمت میں لاہور پیش ہوگا۔ جس میں چالیس کے قریب جماعت ہائے احمدیہ پنجاب کے نمائندے ہونگے۔ مرکز سے ناظر صاحبان وفد میں شریک ہونگے ؛

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی ۲۷ جنوری تبلیغی دورہ کے لئے شیخوپورہ گئے۔ اور مولوی محمد یار صاحب ۲۸ جنوری کو شہید سکھ مشنری کالج امرتسر میں صداقت اسلام پر تقریر کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر کیرڑ تھلہ جائیں گے ؛

۲۵ جنوری قدرے بارش ہوئی۔ اور اولے بھی پڑے ؛

لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم انعامات کا جلسہ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

۲۰ جنوری ۱۹۲۹ء دس بجے صبح تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے ہال میں جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہوا۔ جس میں خواتین کلاس اور گرلز سکول کی ان طالبات اور ہائی سکول۔ مدرسہ احمدیہ۔ جامعہ احمدیہ کے طلباء کو جو سالانہ امتحان میں اول رہے۔ یا جنہوں نے کسی مضمون میں امتیازی نمبر حاصل کئے۔ یا بحیثیت مجموعی تمام مضامین میں اول رہے۔ یا جنہوں نے سکول میں حاضری کا خاص التزام رکھا۔ یا بحیثیت بورڈر اپنی جائے رہائش کو صاف وستھرا رکھا۔ نیز مضامین نگاری اور تقاریر کے مقابلہ میں اول رہے۔ انعامات تقسیم کئے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس جلسہ میں شمولیت فرمائی۔ اور انعام پانے والوں کو اپنے دست مبارک سے انعام عطا فرمائے۔ خواتین کلاس اور گرل سکول کی طالبات کے لئے پردہ میں علیحدہ بیٹھنے کا انتظام تھا۔ جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن مجید سے شروع کی گئی۔ تلاوت ایک سماٹری طالب علم نے کی۔ اس کے بعد جامعہ احمدیہ کے ایک طالب علم نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک قصیدہ بزبان عربی پڑھا۔ بعد ازاں ناظر صاحب تعلیم وتربیت نے مختصر طور پر رپورٹ پڑھی جس میں بتایا۔ اگرچہ انعامات طالب علم کو تعلیم میں شوق دلانے کا ایک عمدہ ذریعہ ہیں۔ لیکن یہ غالباً قادیان کی تاریخ میں پہلا موقعہ ہے۔ کہ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے یہاں جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ اور یہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ کی منجملہ دیگر یادگاروں کے ایک یادگار ہوگی۔ ناظر صاحب موصوف کی رپورٹ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے حسب ذیل تقریر فرمائی :-

جلسہ تقسیم انعامات

میرے نزدیک ایک ایسا فنکشن ہے۔ جو سکول کی زندگی کو زیادہ دلچسپ بنانے میں بہت مفید ہو سکتا ہے۔ اور ہم صرف ایک ضرورت کو آج پورا

نہیں کر رہے. بلکہ اس ضرورت کو اس کے وقت سے بہت پیچھے پورا کر رہے ہیں. ناظر صاحب تعلیم و تربیت نے اپنی رپورٹ میں بیان کیا ہے. کہ بچوں کا تعلیم حاصل کرنے سے یہ مقصد نہیں ہونا چاہیئے. کہ انعام حاصل کریں. بلکہ مقصد اس سے

بلند و بالا

اور اعلےٰ و ارفع ہونا چاہیئے. اس میں شبہ نہیں. کہ تعلیم کا مقصد یہ نہیں ہونا چاہیئے. کہ عارضی انعام حاصل کئے جائیں. بلکہ تعلیم خود اپنا انعام ہوا کرتی ہے. ہر چیز کی قدر انسان اس کی لذت چکھنے کے بعد ہی معلوم کر سکتا ہے. اس لئے میں سمجھتا ہوں. جس شخص کو کوئی

حقیقی علم

آتا ہو. اگر کوئی اس کے سامنے یہ بات پیش کرے. کہ لاکھ دو لاکھ یا دس بیس لاکھ روپے لے لو. اور پھر جاہل بن جاؤ. تو وہ اسے کبھی قبول نہیں کرے گا. ممکن ہے. کہ کوئی خراب دماغ کا شخص اسے تسلیم کرلے. لیکن ایسی مثال شاذ ہی ہو سکتی ہے +

جس شخص کی دونوں آنکھیں صحیح و سالم ہوں. عام طور پر وہ ان کی قدر محسوس نہیں کر سکتا. سوائے ان لوگوں کے جنہیں معرفت الٰہی حاصل ہو. اور جو خدا تعالےٰ کی ہر ایک نعمت کی قدر جانتے ہوں لیکن جس وقت آنکھ میں کوئی بیماری ہو جائے. تو پھر اس کی قدر محسوس ہوتی ہے. یا اگر ضائع ہی ہو جائے. تو پھر اور بھی زیادہ قدر معلوم ہوتی ہے. یہی حال علم کا ہے جس وقت طالب علم اسے حاصل کر رہا ہوتا ہے. یا حاصل کر چکتا ہے. اس وقت عام طور پر اس کی قدر نہیں کی جاتی. لیکن اگر یہ سوال ہو. کہ علم کو مٹا دیا جائے. تو کوئی عالم اپنے علم کو

جہالت سے تبدیل کرنا

پسند نہیں کرے گا. خواہ اس کے مقابلہ میں اسے فقر و فاقہ اور غربت و افلاس کی زندگی ہی بسر کرنی پڑے. یہ تو دنیاوی یا روحانی ظاہری علوم کا حال ہے. لیکن وہ روحانی علوم جو خدا تعالےٰ کے قرب کے نتیجہ میں ملتے ہیں. ان کا عالم تو اس سوال کو اپنی ہتک اور ذلت سمجھے گا +

لیکن باوجود اس کے یہ بھی صحیح ہے. کہ بعض چیزیں اپنے اظلال سے پہچانی جاتی ہیں. اور جب انسان دور سے انہیں دیکھے تو نہیں پہچان سکتا. انہی چیزوں میں سے علم بھی ہے.

علم کی ذاتی خوبیاں

پہچاننا طالب علم کے لئے ناممکن ہے. وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتا. کہ علم کا کیا فائدہ ہے. پہلے پہل تو ماں باپ اسے یہ کہکر مدرسے بھیجتے ہیں. کہ تمہیں مٹھائی ملے گی. اس وقت مدرسہ جانے سے اس کی ایک ہی غرض ہوتی ہے. کہ شام کو آنے پر مٹھائی ملے گی اگر اس وقت ماں باپ اس کے سامنے یہ باتیں کر رہے ہوں. کہ یہ تعلیم حاصل کر کے بڑا قانون دان یا انجنیر یا کوئی اور بڑا رتبہ حاصل کرے گا. اور وہ سوال کرے. کہ یہ کیا بات ہے. اور ایسا بننے سے کیا ہوگا. تو وہ سوائے اس کے اسے کچھ نہیں بتا سکتے. کہ ایسا بننے سے تمہیں بہت سی مٹھائیاں کھانے کو ملیں گی. کیونکہ وہ اس سے زیادہ کچھ سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتا. یا اگر ذرا اور بڑا ہوگا. تو یہ کہیں گے. کہ تمہیں گھوڑا. گاڑی اور اچھے اچھے کپڑے پہننے کو ملیں گے لیکن جب وہ ایم. اے پاس کرلے. تو اس کے سامنے اگر

لڈوؤں کا تھال

بھر کر رکھ دیا جائے. اور اسے کہا جائے. لو. یہی وہ چیز ہے جس کے لئے تم نے تعلیم حاصل کرنا شروع کی تھی تو اس وقت وہ اس بات کو سمجھنے کے قطعاً ناقابل ہوگا جس طرح وہ پہلے دن علم کے فوائد سمجھنے کے ناقابل تھا. اسی طرح وہ علم حاصل کر لینے کے بعد اس بات کو بھی نہ سمجھ سکے گا. کہ یہی وہ چیز ہے. جس کے لئے وہ علم حاصل کر رہا تھا. اور ممکن ہے بچپن میں تو وہ یہ سمجھتا ہو. کہ یہ ایسی باتیں ہیں جو میں سمجھ نہیں سکتا. لیکن ایم. اے پاس کرنے کے بعد وہ اپنے سامنے مٹھائی کے تھال کو تعلیم کا مقصد قرار دیکر رکھنے والے کے متعلق یہ ہی سمجھیگا. کہ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے +

انعام کی حیثیت نہیں دیکھی جایا کرتی. انسانی فطرت میں مقابلہ اور

آگے بڑھنے کی خواہش

رکھی گئی ہے. اگر ہم کوئی معمولی خوبصورت سا پتھر یا شیشے کی گولی ہی رکھدیں. اور چند بچوں سے کہیں. کہ دوڑو. جو اول رہے گا اسے یہ انعام دیا جائے گا. تو اول رہنے والے کے سوا کوئی کہیگا مجھے فلاں نے کہنی ماردی تھی. اس لئے میں اچھی طرح دوڑ نہیں سکا. کوئی کہیگا. فلاں نے مجھے لات ماردی تھی. اس لئے میں پیچھے رہ گیا. کوئی کہے گا. آج میری ٹانگ میں درد تھا. اس لئے فلاں مجھ سے آگے بڑھ گیا. غرض کہ ہر ایک کوئی نہ کوئی وجہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ اصل میں یہ حق میرا ہی تھا. ضرور پیش کریگا حالانکہ وہ پتھر یا شیشے کی گولی ایک

بے حقیقت چیز ہے.

تو انعامات طالب علم کی زندگی کو دلچسپ بنانے اور اس میں تعلیم کے لئے حقیقی شوق پیدا کرنے کے لئے ایک ضروری چیز ہیں. لیکن میرے خیال میں یہ ضروری ہے. کہ انعاموں کو ہمیشہ

طالب علم کے سامنے

رکھنے کا انتظام ہونا چاہیئے. جب تک انعامات ایک لمبے سلسلہ کے ساتھ وابستہ نہ کر دئے جائیں. وہ ایسے دلچسپ اور مفید نہیں ہو سکتے. یہ ایک ضروری بات ہے جسے پورا کرنا ہمارے منتظمین کا فرض ہونا چاہیئے ٹورنامنٹ کے انعاموں کے متعلق بھی ایسا انتظام ہونا چاہیئے. کہ وہ سارا سال ورزش کا شوق دلانے میں ممد ثابت ہو سکیں. اور علوم کے انعامات کے متعلق بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے. اگر زمانہ امتحان میں پڑھائی کا شوق پیدا کیا جائے. تو یہ اتنا مفید نہیں ہو سکتا. جتنا سارا سال محنت کرنے کا ہوگا. اس لئے اگر کوئی ایسی تجویز ہو سکے جس سے ایسے انعامات کو سارے سال میں پھیلایا جا سکے. تو یہ بہت مفید ہوگا. مثلاً سالانہ امتحان میں اول رہنے والوں کو ہی انعام نہ دئے جائیں. بلکہ

سہ ماہی امتحانات

کے نتائج پر دئے جائیں. اور تمام نتائج ملا کر کسی طالب علم کو انعام کا مستحق قرار دیا جائے. میں یہ تجویز ابتدائی صورت میں پیش کر رہا ہوں منتظمین کو چاہیئے. اس پر غور کر کے کوئی راہ نکال لیں. کیونکہ ایک نتیجہ تو بہت سے اثرات سے متاثر ہو سکتا ہے. فرض کرو ایک طالب علم تمام سہ ماہی امتحانات میں اچھے نمبر حاصل کرتا آرہا ہے لیکن سالانہ امتحان کے روز اسے گھر سے حسب منشاء کھانا نہیں ملا جس سے اس کی طبیعت بدمزا ہو گئی. اور اس کا دماغ اچھی طرح کام کرنیکے قابل نہ رہا. یا اگر وہ امتحان کے دنوں میں بیمار ہو. یا قریب کے زمانہ میں بیمار رہا ہو. تو اچھی طرح تیاری نہ کر سکیگا. ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اس کے سہ ماہی نتائج کو بھی شامل کر لیا جائے. تا حقدار کو اس کا حق مل سکے. اس صورت میں بھی بعض طلباء محروم رہ سکتے ہیں. مثلاً وہ جو بہت بیمار ہو. اور امتحان دے ہی نہ سکے لیکن ایسی استثنائی صورتوں کا لحاظ نہیں رکھا جا سکتا. تو میرا مطلب یہ ہے. کہ انعامات پھیلا دینے چاہئیں. اس کے علاوہ غور کیا جائے. تو اور بھی صورتیں نکل سکتی ہیں مثلاً انعامات کے طور پر

بعض حقوق

طلباء کو دئے جا سکتے ہیں. میں نے انگلستان کے پبلک سکولوں کے متعلق کتابوں میں ایسی باتیں پڑھی ہیں. مثلاً انہیں مانیٹر بنا دیا جائے. اور کچھ اختیارات دیدئے جائیں. جو ہر وقت طالب علم کے سامنے آتے رہیں. اور وہ انہیں روزانہ استعمال کرتا رہے تا آئندہ سال انکو

حاصل کرنے کی خواہش

دوسروں میں بھی اور اس میں بھی پیدا ہو. غرض کئی چیزیں ہیں جن سے انعام کی یاد کو تازہ رکھا جا سکتا ہے. دوسرے میں سمجھتا ہوں. ایک انعام اخلاقی یعنی Good Conduct کا بھی ہونا چاہیئے جیسے دینیات کی تعلیم نفلی ہے. اسی طرح

عملی تعلیم

بھی ہے. اس کے لئے یہ دیکھا جائے. کہ کس طالب علم نے اپنے عمل کو دوسروں کے لئے نمونہ بنایا. فرض کرو ایک لڑکے کا دماغ اچھا نہیں. اسلئے وہ کتابی محنت سے انعام حاصل نہیں کر سکتا. جب ایسے انعام کا سوال ہوگا. تو وہ سارا دن محنت کرنیکے باوجود بھی رہ جائیگا. لیکن اگر یہ دیکھا جائے. کہ کون طالب علم اپنے فرائض کی ادائیگی میں باقاعدہ رہا ہے. باقاعدہ اٹھتا. باقاعدہ پڑھتا. باقاعدہ کھیلتا اور وقت پر نمازیں ادا کرتا رہا ہے دوسرے لڑکوں سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتا رہا. بلکہ اگر لڑکوں میں اختلاف ہوا. تو انہیں اصلاح کراتا رہا ہے. تو وہ لڑکا بھی جو بوجہ پیدائشی نقص یعنی کمزوری دماغ کے انعام حاصل نہیں کر سکتا. وہ بھی انعام کا مستحق ہو سکتا ہے اور اسطرح بھی انعام دینے کا انتظام ہونا چاہیئے. تا انعامات محض by chance خوبی کا نتیجہ نہ ہوں. بلکہ ان میں

کوشش اور سعی

کا بھی دخل ہو +

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ جہاد پر جا رہے تھے. آپ نے اپنے ساتھی مجاہدین سے فرمایا. مدینہ میں کچھ لوگ ہیں. جو انعام کے ویسے ہی مستحق ہیں جیسے تم لوگ. انہوں نے عرض کیا. یا رسول اللہ یہ کسطرح. ہم تو خدا کی راہ میں تکالیف برداشت کرتے ہیں. پھر گھر میں آرام سے بیٹھنے والے ہمارے ساتھ انعام میں برابر کے شریک کیونکر ہو سکتے ہیں. آپ نے فرمایا. وہ لوگ. اندھے. لولے اور معذور ہیں. جو اگرچہ گھر میں بیٹھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۶۱ | قادیان دارالامان مورخہ پنجم فروری سنہ ۱۹۲۹ء | جلد ۱۶

مجلس مشاورت کی اہمیت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی جماعتیں اپنا فرض محسوس کریں

وہ مجلس مشاورت جس میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ نمائندگان جماعت ہائے احمدیہ کے مشورہ سے نہایت اہم اور ضروری امور طے فرماتے۔ اور اپنی جماعت کے لئے طریق عمل تجویز کرتے ہیں۔ اس سال ۲۹ تا ۳۱ مارچ مرکز سلسلہ میں منعقد ہوگی۔ انشاء اللہ اس کے لئے ابھی سے نہایت سرگرمی کے ساتھ تیاری ضروری ہے۔ اور تمام احمدی جماعتوں کا فرض ہے۔ کہ نمائندگان کا باقاعدہ انتخاب کرکے جلد سے جلد سکرٹری صاحب مجلس مشاورت قادیان کو اطلاع دیں۔

نمائندگان کے انتخاب میں سب سے ضروری بات یہ مدنظر ہونی چاہیئے۔ کہ ہر جماعت اپنے میں سے قابل سے قابل آدمی کا انتخاب کرے۔ تاکہ مجلس میں پیش ہونے والے امور کو بخوبی سمجھکر وہ صائب رائے دے سکے۔ جب مجلس مشاورت کی غرض ہی یہ ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالے ضروری امور کے متعلق اپنی جماعت کے تمام افراد کی آراء سے بذریعہ نمائندگان جماعت آگاہی حاصل کریں تو ضروری ہے۔ کہ ایسے اصحاب کو نمائندہ منتخب کیا جائے۔ جو بہتر سے بہتر طریق سے اپنی جماعت کی نمائندگی کا حق ادا کر سکیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی مدنظر رہنی چاہیئے۔ کہ نمائندہ ایسے اصحاب کو تجویز کیا جائے جو دینی کاموں میں جوش اور اخلاص سے حصہ لینے والے اور باقی افراد جماعت پر اثر رکھنے والے ہوں۔ تاکہ جو امور مجلس مشاورت میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالے منظور فرمائیں۔ اور جو ذمہ داریاں نمائندگان جماعت اپنے سر لیں۔ انہیں عمدگی کے ساتھ پورا کر سکیں۔

احمدی جماعتوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ جہاں ان کے منتخب کردہ نمائندے ان کے صلاح و مشورہ کے ماتحت مجلس مشاورت میں شریک ہوتے اور ان کی آراء پیش کرتے ہیں۔ وہاں وہ اس بات کے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالے جو امور ان کی موجودگی میں طے فرمائیں۔ ان سے اپنی اپنی جماعتوں کو اچھی طرح آگاہ کردیں۔ اور عمدگی کے ساتھ انہیں نافذ کریں۔ اس لئے ایسے اصحاب کے دوش پر نمائندگی کا بار رکھنا چاہیئے۔ جو ایک طرف تو اپنی جماعت کی نمائندگی باحسن طریق کر سکیں۔ اور دوسری طرف طے شدہ امور کو نافذ کرنے اور اپنی جماعت کو ان پر عمل کرانے کی اہلیت رکھیں۔ تاکہ مجلس مشاورت کی غرض و غائت پوری ہو سکے۔

موزوں اور مناسب نمائندگان کے انتخاب کی طرف توجہ دلانے کے بعد ایک اور اہم امر مجلس مشاورت سے تعلق رکھنے والا یہ ہے۔ کہ سلسلہ کے انتظام اور دوسرے معاملات کے بارہ میں نمائندگان جس قسم کی واقفیت حاصل کرنا چاہیں۔ اس کے متعلق اپنی اپنی جماعتوں سے صلاح و مشورہ کرکے عمدہ پیرایہ میں سوالات تجویز کریں۔ اور وہ سوالات جلد سے جلد سکرٹری صاحب مجلس مشاورت کی خدمت میں بھیجدیں۔ تاکہ متعلقہ صیغہ جات ان کے جواب تیار کرکے مجلس کے موقعہ پر پیش کر سکیں۔ سوالات کے جوابات چونکہ دفاتر کے ریکارڈ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے جب تک ان کی تیاری کے لئے کافی وقت نہ ہو۔ تیار نہیں کئے جا سکتے۔ پس سوالات جلد سے جلد بھیجدینے چاہئیں۔ مگر یہ بات مدنظر رہنی چاہیئے۔ کہ ہر ایک سوال کی غرض کسی نہ کسی اہم اصولی امر کو روشنی میں لانا اور اس سے جماعت کو فائدہ پہونچانا مقصود ہو۔ دور از کار اور بے فائدہ باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ کیونکہ مجلس مشاورت کا وقت بہت کم ہوتا ہے۔ جس میں نہایت ضروری امور کا فیصلہ ہونا ہوتا ہے۔ اگر چھوٹی چھوٹی باتوں میں وقت کا بہت زیادہ حصہ صرف ہو جائے۔ تو اصلی کام کے لئے بہت قلیل وقت باقی بچتا ہے۔ پس سوالات ہوں۔ مگر اہم اور اصولی امور کے متعلق۔ باقی جو کچھ دریافت کرنا ہو۔ متعلقہ دفاتر سے ہر وقت دریافت کیا جا سکتا ہے۔

اخیر پر ہم پھر احباب کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ کہ وہ مجلس مشاورت کی اہمیت اور حیثیت کو اچھی طرح محسوس کریں۔ اور اسے جماعت کے لئے مفید سے مفید بنانے کی پوری پوری کوشش کریں۔ گذشتہ سال کی مجلس مشاورت کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"آج بے شک ہماری یہ مجلس شوریٰ دنیا میں کوئی عزت نہیں رکھتی۔ مگر وقت آئیگا۔ اور ضرور آئیگا۔ جب دنیا کی بڑی سے بڑی پارلیمنٹوں کے ممبروں کو وہ درجہ حاصل نہ ہوگا۔ جو اس کی ممبری کی وجہ سے حاصل ہوگا۔ کیونکہ اس کے ماتحت ساری دنیا کی پارلیمنٹیں آئیں گی۔ پس اس مجلس کی ممبری بہت بڑی عزت ہے۔ اور اتنی بڑی عزت ہے۔ کہ اگر بڑے سے بڑے بادشاہ کو ملتی۔ تو وہ بھی اس پر فخر کرتا۔ اور وہ وقت آئیگا۔ جب بادشاہ اس پر فخر کریں گے۔ پس ضرورت ہے۔ کہ جماعت اس کی اہمیت کو اور زیادہ محسوس کرے"

یہ اس انسان کے الفاظ ہیں جس کی نظر جماعت احمدیہ کے مستقبل میں جو کچھ دیکھتی ہے۔ وہ کوئی خیالی نقشہ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ کیونکہ خدا تعالے کی بخشی ہوئی روشنی اور نور سے دیکھا جاتا ہے۔ پس جو کچھ آپ نے فرمایا۔ یہ ہو کر رہیگا۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ اس بارہ میں ہم اپنے فرائض سمجھیں۔ اور انہیں اچھی طرح ادا کریں۔ تاکہ ایسا درخشاں مستقبل قریب تر لانے میں ہمارا بھی حصہ ہو۔ ہندوستان کے طول و عرض میں کوئی احمدی جماعت ایسی نہیں ہونی چاہیئے۔ جو اپنا نمائندہ مجلس مشاورت میں نہ بھیجے۔ اس وقت تک کا تجربہ یہ ہے۔ کہ پنجاب کے مختلف مقامات کی احمدی جماعتیں تو ایک بڑی حد تک اس بات کی کوشش کرتی ہیں۔ کہ ان کے نمائندے مجلس مشاورت میں شریک ہوں لیکن دیگر صوبجات کی طرف سے بہت کم نمائندے آتے ہیں۔ جو نہائت افسوسناک امر ہے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ اب کے اس قسم کی شکائت نہیں پیدا ہونے دی جائیگی۔ اور دور و نزدیک تمام مقامات کی انجمنیں ضرور اپنے نمائندے بھیجیں گی ؛

غیر مبایعین کی غلط بیانیاں

غیر مبایعین کے متعلق ہمیں سب سے بڑی شکایت یہ ہے۔ کہ وہ دیدہ دانستہ ہمارے خلاف بڑی سے بڑی غلط بیانی کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ ۸۰ جنوری کے "پیغام" میں "اختلاف عقائد کے ساتھ بیعت" کے عنوان سے ایک نوٹ شائع کیا گیا ہے۔ جس میں اپنی ساری شرافت اور پوری تہذیب سے کام لیتے ہوئے اول تو ہمارا نام محمودی رکھا گیا ہے۔ اور پھر یہ دُر افشانی کی گئی ہے۔

"قرآن مجید کو آخری کتاب ماننے والا بھی محمودی اور نہ ماننے والا بھی محمودی۔ حضرت مرزا صاحب کو شرعی نبی سمجھنے والا بھی محمودی۔ اور نہ سمجھنے والا بھی محمودی۔ غرض بیعت کرے تو محمودی۔ ایک عیسائی بیعت کرے۔ اور اپنے عقیدہ پر قائم رہے۔ تو محمودی خلافت کو منصوص قرار دینے والا محمودی۔ اور اس سے انکار کرنے والا محمودی۔ فقط سوسائٹی میں داخل ہونے کی بیعت کرلے۔ اور جو چاہے عقیدہ رکھے۔ عجب گورکھ دھندا ہے"

یہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ قطعاً غلط اور جھوٹ ہے۔ کسی مبایع کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ کہ قرآن کریم آخری شریعت نہیں اور نہ کوئی مبایع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شرعی نبی قرار دیتا ہے۔ کسی عیسائی کا اپنے عقائد پر قائم رہتے ہوئے بیعت کرکے مبایع کہلانا بھی بالکل جھوٹ ہے ؛

تعجب ہے کہ اس قسم کی غلط بیانیاں ہمارے خلاف وہ

لوگ کر رہے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کے صریح خلاف عقائد رکھتے ہوئے اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں چند ہی روز ہوئے ہم ایک مضمون میں مختصراً دکھا چکے ہیں۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کن امور میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف اپنے عقائد رکھتے ہیں۔ اور غیر مبایعین ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں ؛

بزرگان اسلام کی توہین اور ہندو قوم

ہم بارہا یہ کہہ چکے ہیں۔ کہ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف آریوں کی طرف سے متواتر بدزبانی ایک منظم منصوبہ کا نتیجہ ہے۔ اور اس فتنہ کو جاری رکھنے کا خاص انتظام کیا گیا ہے پہلے ایک شخص سے اس کا ارتکاب کرایا جاتا ہے۔ پھر اپنی طاقت و دولت اور اثر و رسوخ سے اسے قانونی زد سے محفوظ رکھنے کی پُرزور کوشش کرکے دوسروں کو ایسا کرنے کی جرأت دلائی جاتی ہے۔ آج ہم اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ہندوؤں کے گھر سے ہی ایک شاہد پیش کرتے ہیں :۔

" بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کے کاریہ کرتا پردھان شری نارائن سوامی" نے آریہ اخبار تیج (۲۵ر جنوری) میں شدھی سماچار کے مقدمہ کا ذکر کرکے آریوں کو مالی امداد کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" مقام مسرت ہے۔ کہ تمام ہندو جنتا اپنے اس اعلےٰ فرض سے بے خبر نہیں ہے۔ اور اسے پورا کرنے کے لئے تیار ہے۔ جیسا کہ اس درمیان میں آئے ہوئے خطوط سے ظاہر ہے۔ ان کی نگاہیں صرف اس بات کی منتظر ہیں۔ کہ کب اشارہ ہو۔ اور کب ہم اپنی سیوا کو پورا کریں۔ اس لئے میں ان چند الفاظ لکھنے کے ساتھ آشا کرتا ہوں۔ کہ تمام ہندو جنتا اور شدھی کے پریمی اس اپیل کے پڑھتے ہی زیادہ سے زیادہ جتنا ہو سکے دھن جمع کرکے سہائک ہونگے جس سے اس فکر سے سبکدوش ہو کر مقدمہ میں پورا دھیان لگایا جا سکے"۔

یہ الفاظ کسی تشریح و توضیح کے محتاج نہیں اور صاف طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ ہندو جنتا نہ صرف یہ کہ بانی اسلام کی شان میں گستاخی کرکے مسلمانوں کی دلآزاری کرنے والے دریدہ دہن لوگوں کی مدد ہی کرتی ہے۔ بلکہ ایسا کرنا اپنا "اعلیٰ فرض" یقین کرتی ہے۔ ایسی حالت میں یہ کہنا کہ ہندوؤں کو من حیث القوم ایسی فتنہ انگیزیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ صداقت پر پردہ ڈالنے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ ہندوؤں سے تو ہم اس بارہ میں صرف یہی کہیں گے۔ کہ وہ خدا کے لئے اور وطن کی بھلائی کی خاطر ایسے بدطینت و بدسیرت لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دیں۔ بلکہ ان کے خلاف اظہار نفرت کریں۔ لیکن حفاظت اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق ہونے کے مدعی زمیندار سے یہ کہنا چاہتے ہیں وہ اپنے ان الفاظ کو دوبارہ پڑھے۔ جو اس نے شدھی سماچار کے متعلق لکھے تھے "یہ تمام خرافات ایک فرد واحد کے ناپاک آراء و افکار کا مجموعہ ہیں"۔ (۹ر دسمبر ۱۹۲۸ء)

اشارات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یادش بخیر۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بہمہ بے مائگی و بے بضاعتی اپنے لئے "شیر پنجاب" اور "فاتح قادیان" کے جھوٹے القاب لکھ کر شہرت پسندی کے لئے ایک جدید طریق ایجاد کیا۔ پھر کیا تھا۔ ہر شخص جو معمولی عبارت آرائی کر سکتا۔ اور چند فقرے بول سکتا۔ اپنے آپ کو "شیر پنجاب" اور "فاتح قادیان" کے لقب سے یاد کرنے لگا۔ حتیٰ کہ آریوں اور عیسائیوں کے رذیل مناظر بھی اپنے ناموں کے ساتھ یہی خصوصیت ظاہر کرنے لگے۔ ان لوگوں کا خیال تھا۔ اور ہے۔ کہ یہ مصنوعی القاب ان کی شہرت کو چار چاند لگا دینگے۔ مگر یہی جھوٹی شیخیاں ان کی ذلت کا باعث بن گئیں۔ چنانچہ لاہور کا عیسائی اخبار "اخوت" عیسائیوں کو مخاطب کرکے لکھتا ہے :۔

" کمترین نے اس امر میں جہاں تک غور کیا۔ اس سے یہی بات سمجھ میں آئی۔ کہ مسیح کی ہدایت اور حکم کے موافق عیسائیت پیش نہیں کی جاتی۔ ورنہ ممکن نہیں۔ کہ حق باطل پر غالب نہ آئے۔ اور خمیر کی طرح سے پھیلتا نہ چلا جائے"۔ "فاتح قادیان" اور "امیر المناظرین" اور "شیر پنجاب" جیسے القابوں کے شائع کرنے سے حق کی اشاعت کو کوئی مدد نہیں ملتی"۔ (۲۰ر جنوری ۱۹۲۹ء)

کیا توقع رکھنی چاہیئے۔ کہ لقب پرست طبقہ اس تلخ حقیقت کو مدنظر رکھیگا۔ اور آئندہ کے لئے اس قسم کے جھوٹے اور از سرتا پا غلط القاب سے اجتناب کریگا۔ کیونکہ خود ان کی قوم کا ایک معتد بہ حصہ ان کو جھوٹ خیال کرتا ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر صادق علی صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ بھی عیسائی مناظرین کیلئے زرین ہدایت ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :۔

" تعجب ہے کہ مشنری لوگ ایسے ناجائز طریق بحث کو جو آج کل رائج ہو رہا ہے۔ کس لئے برداشت کرتے ہیں۔ (بلکہ ایجاد کرتے ہیں) اس طریق نے تو مسیحی کفارہ کو بے کار کر دیا"۔ (اخوت ۲۰ جنوری)

گویا مشنریوں نے اپنی غلط راہ روی سے صرف سنجیدہ مذاق اصحاب کو ہی بددل نہیں۔ بلکہ عملی طور پر اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار رہے ہیں۔

خلافت کمیٹی کی باگ ڈور روز اول سے ہی ایسے نا اہل ہاتھوں میں رہی جو ثبات اور استقلال کے نام تک سے واقف نہ تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ زمانہ کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ وہ رنگ بدلتے رہے۔ اور آج تو خلافت کمیٹی خواص و عوام کی نظروں سے گر چکی ہے قومی اموال کی حفاظت اور حسن کارکردگی کا جو نمونہ طول و عرض ہند میں ان لوگوں نے پیش کیا۔ اس سے مسلمانوں کے مستقبل کو سخت دھکا لگا۔ اس تمام ابتری کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہے۔ جنہوں نے بقول علامہ ابن خلدون مسلمانوں کی غلط ذہنیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مذہب کے نام پر انہیں ہر رنگ زریں جال میں پھنسایا۔ اور کالے کوسوں دور ایک فرضی خلیفہ کی خلافت کا جھگڑا دیا۔ اس "خشت اول" کی کجی نے تمام عمارت کو ٹیڑھا کر دیا۔

خدا کے قائم کردہ خلیفہ کی معزولی از قبیل محال ہے۔ مگر بادشاہ ٹرکی کی خلافت کا اعلان چونکہ آسمانی نہ تھا۔ اس لئے پل بھر میں نہ خلیفہ رہا۔ نہ خلافت رہی۔ خلیفہ مفروضہ کی معزولی نے تمام دلبستگان خلافت کو بے ضرورت ثابت کر دیا۔ مگر ہندی مسلمان بھی عجیب انسان ہیں۔ ان کا خلیفہ تو کوئی ہے نہیں۔ لیکن خلافت کمیٹی باقی ہے۔ پچھلے دنوں بعض لوگوں نے اس برائے نام خلافت کا جوا بھی اتار پھینکنے کی تلقین کی تھی۔ لیکن تازہ خبر ہے۔ کہ خاص پنجاب میں ہی ایک نئی خلافت کمیٹی تجویز ہو رہی ہے۔ ہم پرانوں سے کیا کہیں۔ وہ تو سانپ نکل گیا اور لکیر پیٹ رہے ہیں کے مصداق ہیں ہی۔ مگر ان جدت طراز اصحاب کا فرض ہے۔ کہ وہ پہلے اس چیستان کو حل کریں۔ کہ جب خلیفہ نہیں تو خلافت کمیٹی کیسی ؟ بعد میں جو چاہیں۔ سو کریں۔ تا کسی کو یہ کہنے کا حق نہ رہے۔

ہو خلیفہ سے لڑائی تو ہوں صُم بُکمٌ
جب خلافت نہ ہو بنجائیں خلافت والے

(تازیانہ ۹ر نومبر ۱۹۲۸ء)

تا حال بعض کمزور خیال لوگوں کا اعتقاد ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف علماء بھی دین و دنیا کی کسی بہتری میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اور بعض تو اب تک چودھویں صدی کے علماء کو دینیات میں خضر راہ بنائے بیٹھے ہیں۔ لیکن جوں جوں علمی روشنی پھیل رہی ہے۔ ان دشمنان صداقت کی حقیقت کھل رہی ہے۔ اچھرہ (لاہور) سے ایک رسالہ "تائید الاسلام" شائع ہوا ہے۔ اس میں لکھا ہے :۔

" چودھویں صدی کا زمانہ تھا۔ فتنے ہر طرف سے ٹوٹ رہے تھے۔ یہ وہی زمانہ ہے۔ کہ جس کے متعلق خواجۂ ہر دو عالم فخر الاولین والآخرین پیشگوئی فرما گئے تھے۔ کہ آسمان کے نیچے سب سے زیادہ اشرار الناس علماء سوء ہو گئے۔ فرمایا۔ منھم تبدء الفتنۃ وفیھم تعود ان شریروں ہی سے فتنہ شروع ہوگا۔ پھر قیامت میں وبال اس کا ان کم بختوں پر ہی ہوگا"۔

(بابت ستمبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۲)

کیا اس واقعیت کے باوجود ان کے متعلق کوئی لفظ سخت ہو سکتا ہے ؟

خاکسار۔ اللہ دتا جالندھری قادیان

افغانستان کے موجودہ تغیرات پر حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کا تبصرہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۵ جنوری ۱۹۲۹ء کو حسب ذیل خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا ومن یھدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ۔ تلاوت سورہ فاتحہ۔

جس قدر اجتماع دنیا میں ہوتے ہیں۔ ان سب میں بعض پہلو فتنے کے بھی ہوتے ہیں۔ اور عقلمند انسان وہی ہوتا ہے۔ جو ایسے پہلوؤں سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔ اگر انسان جنگل میں جا رہے جہاں نہ کوئی اس کا ساتھی ہو۔ اور نہ دوست۔ نہ کسی سے وہ بات کرے۔ نہ اس سے کوئی بات کرے۔ نہ وہ کسی سے کچھ مانگے۔ نہ اس سے کوئی کچھ مانگے۔ نہ اس سے کوئی معاملہ کرے۔ نہ وہ کسی سے معاملہ کرے۔ تو ایسی زندگی میں کوئی دقتیں پیش نہ آئینگی۔ لیکن ایسی زندگی کوئی خوشنما زندگی نہیں ہوگی۔ بلکہ

بزدلی کی زندگی

ہوگی۔ جب تک کہ انسان ایسی تنہائی کی زندگی کو اس لئے اختیار نہ کرے۔ کہ طاقت حاصل کرکے ملک یا قوم کی خدمت میں لگ جائے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا۔ وہ خلوت بزدلی کی وجہ سے نہ تھی۔ دنیا کی تکلیفوں اور دقتوں سے ڈر کے باعث نہ تھی۔ بلکہ ایسی تھی۔ جیسے کوئی شخص ہتھیار لینے کے لئے گھر جاتا ہے وہ اس لئے میدان سے نہیں ہٹتا۔ کہ ڈرتا ہے۔ بلکہ اس لئے ہٹتا ہے۔ کہ زیادہ بہتر صورت میں ملک یا قوم کی خدمت کر سکے۔ پس

اجتماع کے نتائج

میں فسادات ضرور پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن ایسے موقعوں پر انسان کا اپنی عقل کو قائم رکھنا ہی دانائی ہے۔ اس مسئلہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت عمدگی سے اور

خوبصورت پیرایہ

میں ادا کیا ہے۔ جب آپ نے نکاح کے موقعہ پر جو دو انسانوں اور پھر دو خاندانوں میں بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ یہ کلمات پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ جو میں نے خطبہ سے پہلے پڑھے ہیں۔ لیکن ان کو نکاح کے موقعہ پر پڑھنے کے یہ معنے نہیں۔ کہ ان کا نکاح ہی سے تعلق ہے۔ بلکہ خطبہ جمعہ میں بھی پڑھنے کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک اجتماع ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ہر اجتماع کے ساتھ یہ کلمات تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں ان

فتنوں سے بچنے کا گر

بتایا گیا ہے۔ جو اجتماع کے موقعہ پر پیدا ہوتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ جب کبھی انسان کے

نفس کی شرارتیں

اس کے سامنے آجاتی ہیں۔ اور وہ انہیں تکمیل تک پہونچانے کے درپے ہو جاتا ہے۔ تو وہ اسے چھوٹی سے چھوٹی بات کو بڑی اور بڑی سے بڑی کو چھوٹی کرکے دکھاتی ہیں۔ اور اتحاد و اتفاق کی بنی ہوئی صورت کو بگاڑ کے رکھ دیتی ہیں۔ یا بننے والی صورت کو بننے سے پہلے ہی توڑ دیتی ہیں ؎

پس ہمیں ہمیشہ ایسے معاملات میں جہاں ایک سے زیادہ امور کا تعلق ہو۔ یہ خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ شرور نفس کا تعلق نہ ہو اور اس کے ماله وماعلیہ کے متعلق پورا پورا غور کرکے مخالف و موافق حالات کو مدنظر رکھ کر رائے قائم کرنی چاہیئے اور تعصب کی بنا پر کوئی کام نہ کرنا چاہیئے ؎

باوجود اس رائے کے اظہار کے جو میں نے ایک گذشتہ خطبہ میں ظاہر کی تھی۔ کہ میں نے جماعت کے لئے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جو

پروگرام

تجویز کیا تھا۔ اس پر جمعہ کے خطبوں میں تفصیلاً بیان کرونگا۔ میں آج مجبور ہوا ہوں۔ کہ ایک امر بات کی نسبت اپنی جماعت یا دوسرے ان لوگوں کو جو میری بات سننا چاہتے ہوں۔ خواہ مخالفت کی نیت سے یا موافقت کے خیال سے اپنی رائے سنادوں۔ اور وہ

افغانستان کے موجودہ تغیرات

ہیں۔ پچھلے دنوں جب میں لاہور گیا۔ تو ہر مجلس میں یہی مسئلہ زیر بحث تھا چونکہ ہماری جماعت کے لوگوں کے احساسات میں بھی اس سے ایک تغیر معلوم ہوتا تھا۔ بعض بڑوں نے بھی اور طالب علموں نے بھی اس بارے میں مجھ سے دریافت کیا۔ کہ ہماری جماعت کا کیا رویہ ہو۔ یہاں آکر بھی میں نے محسوس کیا ہے۔ کہ لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا ہونا چاہیئے۔ اور کیا کرنا چاہیئے۔ میں نے لاہور میں بھی اس کا یہی جواب دیا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ یہی

حقیقی جواب

ہے۔ کہ انسان کو اسی امر کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جہاں وہ کچھ کر سکے۔ جہاں وہ کچھ کر نہ سکے۔ وہاں توجہ کرنا یا نہ کرنا ایک ہی بات ہے۔ وہاں صرف احساسات کا سوال ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ فرض کرو کسی شخص کو تار ملے۔ کہ اس کا کوئی عزیز امریکہ کے ساحل پر سمندر میں ڈوب رہا ہے۔ اب ظاہر ہے۔ کہ وہ اس معاملہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ ایسے موقعہ پر اس کا یہ سوال کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ بیوقوفی کا سوال ہوگا۔ کیونکہ وہ کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ تو ایسی صورت میں سوال احساسات کا ہوتا ہے۔ کہ کیا احساسات ہونے چاہئیں۔ لیکن افغانستان کے واقعات کے متعلق یہ پوچھنا۔ کہ ہمارے احساسات کیا ہونے چاہئیں۔ یہ بھی ایک فضول سوال ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص کا اپنا خیال اور اپنی حس ہوتی ہے۔ جسے وہ دوسرے کو نہیں دے سکتا۔ یہ بے شک صحیح ہے۔ کہ خیالات کے ماتحت آہستہ آہستہ احساسات تبدیل ہو جاتے ہیں۔ مگر براہ راست ہم اپنی حس کسی دوسرے کو نہیں دے سکتے۔ اس لحاظ سے یہ سوال کہ ہمیں کس قسم کے احساسات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ قابل غور سوال رہ جاتا ہے ؎

میرے نزدیک ہندوستان کے مسلمانوں کی

بہت ساری طاقت

اس وجہ سے ضائع ہو رہی ہے۔ کہ وہ ایسے معاملات میں پڑ جاتے ہیں جن میں کچھ کر نہیں سکتے۔ اور جو ان کے دائرہ عمل سے باہر ہوتے ہیں ترک یورپ کی جنگ میں شریک ہوئے۔ تو انہوں نے شور مچایا۔ کہ اسلام کی بنیاد خلافت پر ہے۔ اگر یورپین اقوام نے خلافت کو نقصان پہونچایا۔ تو ہم ان کی دھجیاں اڑا دینگے۔ اور انہیں تباہ و برباد کرکے رکھ دینگے۔ لیکن انہیں ترکوں نے جن کی حمایت میں یہ آوازیں بلند کی جاتی تھیں۔ جب خود ہی

ترکی خلافت

کو مٹا دیا۔ تو وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ اور کسی کی بھی دھجیاں نہ اڑا سکے۔ ان کی دھمکیوں کا نتیجہ کیا نکلا۔ سوائے اس کے کچھ بھی نہ نکلا۔ کہ یورپ نے کہا۔ مسلمان کہتے تھے۔ اسلام کی بنیاد خلافت پر ہے جب خلافت مٹ گئی۔ تو اسلام بھی مٹ گیا ؎

میرے نزدیک مسلمانوں نے اپنے

احساسات

کو اس قدر ہلکا اور اتنا ارزاں کر دیا ہے۔ کہ اب ان کی کچھ بھی قیمت نہیں رہی۔ اور ان کی حیثیت جرمنی کے پرانے مارک کی سی ہو گئی ہے جو روپیہ کا اربوں ارب آتا تھا۔ وہ اس وقت اپنے احساسات کا جوش ظاہر کرتے ہیں۔ جب نتیجہ کچھ نہیں ہوتا۔ اور ایسے رنگ میں انہیں پیش کرتے ہیں۔ گویا وہ مارکیٹ ایبل یا منڈی میں رکھے جانے کے قابل کوئی چیز ہے۔ لیکن آخر کار وہ ردی ثابت ہوتی ہے۔ اگر وہ صرف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جذبات کا اظہار

کردیا کریں۔ اور کہہ دیا کریں۔ یہ بات ہمیں بُری لگتی ہے۔ ہم اسے پسند نہیں کرتے۔ اور یہ ارادہ رکھیں۔ کہ جب بھی خدا تعالیٰ طاقت دیگا۔ اسے بدل دینگے۔ تو ہر سمجھدار ان کے اس جذبہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھیگا۔ اور کہیگا۔ یہ قوم حالات کو سمجھتی ہے۔ اور پختہ ارادہ رکھتی ہے بے دست و پائی کی حالت میں گالیوں پر نہیں اُترآتی۔ اور فضول و بے فائدہ باتیں کہکر اپنا جوش نہیں ضایع کر دیتی۔ بلکہ صرف جذبات کے اظہار پر اکتفا کرتی ہے۔ پھر یہ سمجھ کر کہ جو قوم سالوں نہیں بلکہ صدیوں تک اپنے جذبات کو دبائے رکھ سکتی ہے۔ وہ مردہ نہیں۔ بلکہ اس میں

زندگی کی رُوح

باقی ہے۔ اور وہ کسی نہ کسی دن ضرور کچھ کرکے رہے گی۔ ان حالات میں دنیا مسلمانوں سے خوف کھائے۔ اور ان کا رعب ہو۔ لیکن ایک شخص جو روز دھمکیاں دیتا ہے۔ کہ میں یہ کرونگا۔ اور وہ کرونگا۔ لیکن جب کرنے کا وقت آتا ہے۔ تو خاموش ہوکر گھر میں جا گھستا ہے۔ اس کا کیا رُعب ہوسکتا ہے ❊

یہی وجہ ہے۔ کہ اب

مسلمانوں کی آواز

کی کوئی قدر نہیں۔ اور ہندوؤں کی آواز کی قدر ہے۔ اگرچہ صدیوں کی غلامی کی وجہ سے وُہ بھی کماحقہ اپنے جذبات کو دبا نہیں سکتے۔ لیکن مسلمانوں سے زیادہ دبا لیتے ہیں۔ اس لئے ان کا رعب قائم ہے جب تک ہندوستان کے مسلمانوں نے یورپ کو یہ دھمکی نہیں دی تھی۔ کہ اسلام کی بنا رخلافت ترکی ہے۔ اگر اس خلافت کو مٹایا گیا۔ تو ہم یورپ کو مٹا دینگے۔ ان کی آواز میں کچھ نہ کچھ زور تھا۔ اور ان کا رعب تھا۔ لیکن جس دن ان کی اس دھمکی کے نتایج صفر نکلے۔ تو یورپ نے سمجھ لیا۔ یہ سب بچوں کا کھیل ہے ❊

میرے نزدیک افغانستان کے معاملات کے متعلق مسلمانوں کو

صرف ایک بات

پر زور دینا چاہیئے۔ اور وہ یہ۔ کہ کوئی غیر ملکی حکومت اس کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دے۔ اور واضح طور پر بتا دینا چاہیئے۔ کہ ہم ایسی مداخلت کو ناپسند کرتے ہیں۔ اس طرح اپنے خیالات کا اظہار کر دینا چاہیئے۔ اس کے سوا کسی دھمکی کی ضرورت نہیں۔ جب کچھ کرنے کا موقعہ آئے گا۔ اور کچھ کرکے دکھانے کی طاقت پیدا ہو جائے گی اس وقت دیکھا جائیگا۔ فرض کرو مسلمانوں میں لڑنے اور مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا ہوگئی ہے۔ اس وقت اگر جاہیں۔ تو بے شک لڑ پڑیں لیکن قبل از وقت کہہ دینا۔ کہ ہم یوں کرینگے۔ مگر موقعہ پر چپ کرکے بیٹھ رہنا ایک

فضول امر

ہے۔ اگر وُہ ایسا نہ کہیں۔ تو موقعہ آنے پر اُن کے ہاتھ شل نہیں ہو جائینگے کہ دشمن کو پکڑ نہ سکیں۔ اگر وُہ کسی بات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور ان میں طاقت پیدا ہوگئی ہے۔ تو خواہ اظہار کریں۔ نہ کریں۔ وقت پر دشمن کو پکڑ سکیں گے۔ لیکن اگر ہم جانتے ہیں۔ کہ ہم دشمن کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تو یہ کہتے ہیں۔ اگر تم نے ہماری بات نہ مانی۔ تو ہم یہ کر دینگے وُہ کر دینگے تو دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو ہماری بات مانی جائیگی۔ یا نہیں مانی جائیگی۔ اگر نہ مانی گئی۔ اور ہم نے کچھ کیا بھی نہ۔ تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے کیا ہوگا۔ کہ دنیا محسوس کرے گی۔ یہ قوم فضول شور مچانے والی ہے۔ کر کچھ بھی نہیں سکتی۔ اور پھر کبھی ہماری بات کی پرواہ نہ کی جائیگی ❊

افغانستان کے حالات

کے متعلق بعض لوگ یہی شور مچاتے رہے۔ کہ وہاں کوئی بات ایسی نہیں کی جا رہی۔ جو اسلام کے خلاف ہو۔ اور یہی باتیں پہلے ترکوں کے متعلق کہی جاتی تھیں۔ کہ یہ سب یورپین پروپیگنڈا ہے۔ لیکن اب علی برادران میں سے مولوی محمد علی صاحب نے بھی ان باتوں کی تصدیق کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے۔ ایک ملّاں نے مجھے بتایا کہ یہاں ہمارے لئے قرآن پڑھنا بھی مشکل ہوگیا ہے۔ اب ان کی نسبت تو یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ گورنمنٹ کی طرف سے باتیں پھیلاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ساری عمر یا قید میں گذاری ہے۔ یا گورنمنٹ کی مخالفت میں۔ جب پہلے پہل یہ خبریں شایع ہوئیں۔ تو مَیں خاموش رہا۔ اور سمجھا۔ کہ شاید جھوٹ ہی ہوں۔ لیکن جب ہمارے آدمی وہاں گئے اور انہوں نے اس امر کی تصدیق کی۔ کہ واقعی

ترک اسلام کے خلاف

چل رہے ہیں۔ تو مجھے یقین آیا۔ وہ اگرچہ اجتہادی رنگ میں ہی ایسا کرتے ہیں۔ کیونکہ وُہ سمجھتے ہیں۔ اسلام خدا اور رسول پر ایمان لانے کا نام ہے۔ باقی باتوں کو وُہ رسوم سمجھتے ہیں۔ اور ان میں تغیر و تبدل جائز قرار دیتے ہیں۔ اس لئے یہ تو ہم نہیں کہتے۔ کہ ترکوں کو اسلام سے تعلق نہیں رہا۔ اور وُہ اسلام سے متنفر ہو چکے ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ وہ اسلام کے ایسے معنے کر رہے ہیں۔ کہ ان کے رائج ہونے کی صورت میں اسلام کے لئے سخت خطرہ ہے۔ جیسے

عیسائیوں کی مثال

ہے۔ آج سے اٹھارہ سَو سال پہلے جس طرح عیسائی اپنے مذہب کے لئے قربانیاں کرتے تھے۔ ویسی ہی قربانیاں کرنے والے آج بھی موجود ہیں۔ مگر موجودہ عیسائیوں کا مذہب وُہ نہیں۔ جو اٹھارہ سو سال قبل کے عیسائیوں کا تھا۔ پس یہ مطلب نہیں۔ کہ ترک اسلام سے متنفر ہو چکے ہیں یا یہ کہ اسلام کی عزت ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ یا وُہ اسلام کے لئے آج جان دینے کے لئے تیار نہیں۔ میرے خیال میں ترک آج بھی اس

اسلام کے لئے

جسے وُہ اسلام سمجھتے ہیں۔ اسی طرح جانیں فدا کرنے کے لئے تیار ہیں جس طرح ان کے آباؤ اجداد اس اسلام کے لئے جانیں قربان کرتے تھے۔ جسے وہ اسلام سمجھتے تھے۔ لیکن سوال تو یہ ہے۔ کہ ترک اسلام میں جو تغیرات کر رہے ہیں۔ ان کا نتیجہ اسلام پر کیا پڑے گا۔ اگر صرف خدا اور رسول پر ایمان کو اسلام سمجھا جائے۔ اور باقی سب باتیں رسوم قرار دیدی جائیں۔ تو نماز۔ حج۔ اور روزہ وغیرہ میں تغیر کیوں نہ کیا جائے۔ آج اگر ان احکام میں تھوڑا بہت تغیر تسلیم کر لیا جائے۔ تو آج سے سَو سال کے بعد جو ان کی نسلیں ہونگی۔ وہ کہہ سکتی ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد نے بہت تھوڑا تغیر کیا تھا۔ دراصل اس سے بہت زیادہ

تغیر کی ضرورت

ہے۔ اسی اصل کے ماتحت ان کی یہ بات بھی درست تسلیم کرنی پڑیگی فرض کرو۔ آج سے سو سال کے بعد ایک قوم اُٹھے۔ اور کہے۔ کہ رمضان کے روزے فضول ہیں۔ یا یہ کہ روزہ میں ہلکی غذا کھا لینی جائز ہے۔ یا کوئی یہ کہدے۔ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصل روزہ نواہی اور فواحش سے احتراز کا نام ہے۔ تو اسی اصل کے ماتحت ان کا یہ خیال کیونکر غلط کہا جا سکتا ہے۔ اور اگر یہ باتیں صحیح مان لی جائیں۔ تو اس طرح اسلام کا کیا باقی رہ جاتا ہے۔ کیا یہ وہی اسلام ہوگا جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں پیش کیا تھا۔ پس یہ سوال نہیں۔ کہ وہ اسلام سے متنفر ہو گئے ہیں۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ اسلام سے نسبت رکھتے ہوئے وہ ایسے طریقے اختیار کر رہے ہیں۔ جن سے اسلام کی بربادی کا امکان ہے ❊

یہی حال افغانستان کا ہے۔

یہ غلط ہے۔ کہ وہاں ایسی اصلاحات نہیں ہوئیں۔ جو اسلام پر بُرا اثر ڈالتی ہیں۔ ہم اپنے علم کی بنا پر یہ جانتے ہیں۔ کہ وہاں ایسی اصلاحات کا نفاذ ہُوا۔ اور یہ یورپ کا شایع کردہ پروپیگنڈا نہیں بلکہ حقیقت ہے ❊

پس حالات کے لحاظ سے وہاں یقیناً ایسی باتیں ہوئیں جنہیں مسلمانوں کا ایک طبقہ جن میں ہم بھی شامل ہیں۔ ناجائز سمجھتا ہے وہاں ایسا جبر ہُوا۔ جو جائز نہیں۔ یقیناً وہاں

پردہ اٹھایا گیا

اور ایسے رنگ میں اٹھایا گیا۔ جسے سب مسلمان ناجائز سمجھتے ہیں۔ پردہ سے بعض لوگ چہرہ کو نکال دیتے ہیں۔ اور ہم بھی خاص ضرورت کے وقت اسے جائز سمجھتے ہیں۔ مگر ایسے لوگ بھی جو چہرہ کو پردہ سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ افغانستان کے پردہ اٹھا دینے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ ملکہ ثریا کی ایسی تصویریں شایع ہوئیں۔ جن میں ان کی باہیں بھی ننگی تھیں۔ اور ایسا لو گاؤن پہنا ہوا تھا۔ جو انگریز عورتیں پہنتی ہیں۔ تو وہاں پردہ کو ایسی صورت میں مٹایا گیا۔ جسے مسلمانوں کا وُہ طبقہ بھی جو پردہ کی بہت کم تعریف کرتا ہے۔ ناجائز سمجھتا ہے اسی طرح اور بھی ایسے امُور وہاں اختیار کئے گئے۔ جن کو

اسلام میں دست اندازی

سمجھا گیا۔ یا یہ سمجھا گیا۔ کہ ان کا نتیجہ اسلام میں دست اندازی ہوگی۔ جیسے جمعہ کی بجائے اتوار کو چھٹی کرنا۔ حالانکہ مسلمانوں کو جمعہ کی عظمت سے آگاہ کرنے کے لئے قرآن کریم نے سبت پر بہت زور دیا ہے۔ اس سے قرآن کا مقصد یہودیوں کو ہشیار کرنا نہ تھا بلکہ یہ مطلب تھا۔ کہ تا مسلمان بھی یہودیوں والی غلطی نہ کر بیٹھیں۔ یہ حالات اس قابل تھے۔ کہ ان پر اعتراض کیا جاتا۔ مگر ہم خاموش رہے زیادہ سے زیادہ ایک خطبہ میں میں نے بیان کیا۔ کہ ہم ان باتوں کو خلاف اسلام سمجھتے ہیں۔ اور ان سے متفق نہیں ہیں۔ اس سے زیادہ ہم نے ان باتوں میں حصہ نہ لیا۔ اور نہ اس سے زیادہ حصہ لینا جائز سمجھتے تھے۔ پس ان باتوں کے متعلق یہ کہنا۔ کہ یہ یورپین پروپیگنڈا ہے۔ غلط بات ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ امان اللہ خاں یورپ گئے۔ وہاں ان کی بہت عزت ہوئی۔ ان کا بڑا ادب و احترام کیا گیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس لئے کہ وہ ایک

بڑھنے والی طاقت

کے حکمران تھے۔ مگر وہ اس اعزاز کا شکار ہو گئے۔ وہ گئے تو دوسروں کو شکار کرنے کے لئے تھے۔ اور یورپین حکمرانوں نے سمجھا بھی یہی کہ ہم شکار ہو رہے ہیں۔ اور انہیں کابل کے بادشاہ کا شکار ہونے کی ضرورت بھی تھی لیکن نتیجہ یہ نکلا۔ کہ امان اللہ خاں خود شکار ہو گئے۔ اور یہ سخت غلطی ہوئی ÷

مگر سوال یہ ہے۔ باوجود اس کے جو کچھ ہوا۔ وہ درست ہے یا نہیں سو یاد رکھنا چاہیئے۔

ہمارا یہ مسلک ہے

کہ ہر ملک کی رعایا کو ہر حالت میں اپنے حکمران کی اطاعت کرنی اور اس کا وفادار رہنا چاہیئے۔ اگر وہ مذہب میں دخل دیتا۔ اور دست اندازی کرتا ہے۔ تو انہیں صرف اعلان کے ذریعہ ان باتوں سے اپنی براءت کر دینی چاہیئے۔ لیکن اگر وہ ان احکام پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرے اور کہے۔ اسی طرح کرو جس طرح میں کہتا ہوں۔ تو انہیں چاہیئے۔ کہ خاموشی کے ساتھ ملک چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔ اور بغاوت بالکل نہ کریں یہ ہمارا عقیدہ ہر حکومت کے متعلق ہے۔ ہم یہ انگریزوں کے متعلق ہی نہیں کہتے۔ بلکہ ہر حکومت کے لئے کہتے ہیں۔ کابل کے متعلق بھی یہی کہتے ہیں۔ وہاں جن لوگوں نے ہمارے اس عقیدہ کے خلاف کیا۔ انہوں نے ہمارے نزدیک بہت برا کیا۔ گو افغانستان کی حکومت نے جو کچھ کیا تھا۔ برا کیا تھا۔ یہ غلطی تھی۔ کہ اصلاحات کو ضرورت سے زیادہ حد تک پہنچا دیا۔ کابل میں اصلاحات کی بے شک ضرورت ہے۔ اور ہم اسے بہت مبارک سمجھتے۔ اگر اصلاحات کو اسلامی حدود کے اندر رکھا جاتا۔ اور ہم اسے ایک رحمت کہتے۔ لیکن وہاں ایسی اصلاحات کی گئیں۔ جو حقیقت سے تعلق نہیں رکھتیں۔ اور اسلام کی حقیقت سے دور لے جانے والی کوئی اصلاح مفید نہیں ہو سکتی۔ ہم ان لوگوں میں سے نہیں۔ جو افغانستان کی شرع کے خلاف اصلاحات کو بھی درست سمجھیں۔ ہم ان باتوں کو شرعاً درست نہیں سمجھتے۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں۔ یہ غلطی ہوئی۔ مگر باوجود اس کے جنہوں نے بغاوت کی۔ ان کے فعل کو بھی درست نہیں سمجھتے۔ ہمارے نزدیک

بغاوت کرنیوالوں نے غلطی کی

مگر میں سمجھتا ہوں۔ یہ بھی

اللہ تعالےٰ کی طرف سے تنبیہ

ہے۔ کوئی کہے۔ ایک طرف تو بغاوت کو ناجائز کہا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف خدا تعالےٰ کی طرف سے تنبیہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ دونوں باتیں کس طرح درست ہو سکتی ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ دونوں باتیں درست ہیں۔ جو انسان

حقیقی اصلاح

کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور بادشاہ چونکہ خدا کے بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اس لئے وہ اس کا محافظ ہوتا ہے۔ اگر امان اللہ خاں حد سے نہ بڑھ جاتے تو بالکل ممکن تھا۔ کہ جب ان کے خلاف بغاوت ہوئی۔ خدا تعالےٰ کا تائیدی ہاتھ اٹھتا۔ اور انہیں بچا لیتا۔ لیکن جب خدا تعالےٰ نے دیکھا۔ کہ وہ بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں اور جبر سے کام لیتے ہیں۔ تو خدا نے تائید نہ کی۔ پس باوجود اس کے کہ میں بغاوت کو ناجائز قرار دیتا ہوں۔ یہ سمجھتا ہوں۔ کہ اس میں خدا کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اور اگر آج بھی وہ اصلاح کر لیں۔ اور عہد کریں۔ کہ مذہبی امور میں جبر نہیں کرینگے۔ نہ مذہبی معاملات میں دست اندازی کرینگے تو کوئی تعجب نہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں

پھر حکومت دیدے

کیونکہ دنیا میں ایسا ہوتا آیا ہے۔ کہ کئی لوگوں نے ایک دفعہ حکومت کھو کر دوبارہ حاصل کر لی۔ بابر کے ساتھ کئی دفعہ ایسا ہوا۔ ہمایوں کے ساتھ بھی ایسا واقعہ پیش آیا۔ اور امیر تیمور سے بھی کئی دفعہ ایسا ہوا پس امان اللہ خاں کی ایک دفعہ کی شکست کوئی بڑی چیز نہیں

اگر وہ توبہ کر لیں

تو خدا تعالےٰ پھر انہیں حکومت کرنے کا موقعہ دے سکتا ہے۔ اور ان کی شکست فتح سے تبدیل ہو سکتی ہے۔ یا اگر خدا تعالےٰ کی تقدیر یہ افغانستان میں اسلام کے بعض احکام کو منوانا ہی چاہتی ہو۔ تو ممکن ہے۔ بغیر توبہ کے ہی دوبارہ موقعہ دیدے۔ اس وقت تک جو کچھ ہو چکا ہے۔ یہ ایسی بات نہیں۔ جس میں تغیر نہ ہو سکے۔ سب کچھ خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے ÷

بہرحال بغاوت کے متعلق ہمارا خیال ہے۔ کہ ناجائز ہے۔ سوائے اس کے کہ لوگ ملک سے نکلنا چاہتے ہوں۔ مگر حکومت انہیں وہاں رہنے اور شرعی احکام کے خلاف عمل پیرا ہونے پر مجبور کرے۔ مثلاً اگر کوئی بادشاہ اپنی رعایا کو ایسے موقعہ پر تلواریں اٹھانے کا حکم دے جو شرعاً ناجائز ہو۔ اور رعایا انکار کرے۔ لیکن بادشاہ مجبور کرے۔ تو اس صورت میں رعایا کا فرض ہے۔ کہ ملک سے نکل جائے۔ ہاں اگر وہ ملک سے نکلنے بھی نہ دے۔ تو پھر

مقابلہ جائز ہے۔

ہمیں معلوم نہیں۔ افغانستان میں ایسی صورت پیش آئی۔ یا نہیں۔ اگر پیش آئی۔ تو مقابلہ کرنے والے

باغی نہیں

بلکہ وہ معذور ہیں۔ لیکن اگر پیش نہ آئی۔ اور جہاں تک حالات سے ظاہر ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیش نہیں آئی۔ تو وہ باغی اور خدا تعالےٰ کے گنہ گار ہیں۔ بہرحال ہم

دونوں کو غلطی پر

سمجھتے ہیں۔ ہم امان اللہ خاں کو بھی غلطی پر سمجھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایسے امور میں دخل دیا جن میں دخل دینے کا انہیں حق نہ تھا۔ اور باغیوں کو بھی کہ انہوں نے حکومت کے خلاف تلوار اٹھائی۔ ملک میں بدامنی پھیلائی۔ ہاں اگر وہ نکل جانے کا مطالبہ کرتے۔ اور انہیں جانے نہ دیا جاتا۔ تو حق بجانب ہوتے۔ لیکن اگر ایسا نہیں کیا گیا۔ تو ان کی بغاوت قطعاً ناجائز۔ نہایت ہی خطرناک اور امن عامہ کو برباد کرنے والی ہے ÷

اب رہا یہ امر کہ

آئندہ کیا ہو

اس کے متعلق ہمارا یہی اصل ہے۔ کہ جس معاملہ میں ہم دخل نہیں دے سکتے۔ اس کے متعلق کچھ کہنا فضول ہے۔ بھلا غور تو کرو۔ ہمارے ریزولیوشنز اور اظہار ناراضگی کے جلسے بچہ سقہ اور شنواریوں کی بغاوت پر کیا اثر ڈال سکتے ہیں۔ بیشک اس امر کا اظہار کر دو۔ کہ بچہ سقہ اور باغیوں نے غلطی کی۔ اور دنیا کو بتا دو۔ کہ ہم ان کی حرکات کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور ہمارے یہ خیالات ہیں۔ مگر

یہ پوزیشن صرف احمدیوں کی ہے

یہ حق ہمیں ہی حاصل ہے۔ کہ بچہ سقہ کو گنہ گار قرار دیں۔ جو لوگ ٹرکی اور ایران میں بغاوتوں کے وقت باغیوں کے ساتھ رہے ہیں ان کا کوئی حق نہیں۔ کہ بچہ سقہ کو برا کہیں۔ کیونکہ جس طرح بچہ سقہ نے امان اللہ خاں کے خلاف بغاوت کی ہے۔ اسی طرح مصطفےٰ کمال پاشا نے شاہ ترکی کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اور اسی طرح رضا خانی شاہ ایران نے کی تھی۔ جو لوگ ان کی تائید اور حمایت کرتے رہے ہیں۔ وہ بچہ سقہ کے خلاف کس طرح آواز اٹھا سکتے ہیں۔ پس اگر مصطفےٰ کمال اور رضا خاں بغاوت کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے لیڈر بن سکتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ بچہ سقہ کو مسلمان لیڈر نہ سمجھیں۔ لیکن ہم نے مصطفےٰ کمال پاشا کی بغاوت کو بھی بغاوت قرار دیا۔ رضا خاں کی بغاوت کو بھی بغاوت قرار دیا۔ اور اب بچہ سقہ کی بغاوت کو بھی بغاوت ہی کہتے ہیں۔ ہم ان

تینوں کو غلطی پر

سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں غلطی کی۔ اپنے اپنے زمانہ سے میری یہ مراد ہے۔ کہ بعض اوقات بغاوت کرنے والا ہی بادشاہ ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت اس کی اطاعت ضروری ہوتی ہے جب بغاوت کرنے والا ملک پر پوری طرح قابض اور متسلط ہو جائے۔ تو پھر اس کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اس وقت اس کی اطاعت اسی طرح فرض ہو جاتی ہے جیسے پہلے بادشاہ کی۔ مثلاً اگر بچہ سقہ افغانستان پر اسی طرح قابض ہو جائے۔ جیسے مصطفےٰ کمال پاشا ٹرکی پر قابض ہو گئے تھے۔ یا رضا شاہ ایران پر۔ تو پھر اس کے خلاف اٹھنے کو بھی ہم بغاوت ہی قرار دینگے۔ یہی حال ہندوستان کا ہے۔ اگر کوئی قوم

انگریزوں کے خلاف جنگ

کرے گی۔ تو اس جنگ کو ہم بغاوت قرار دیں گے۔ لیکن اگر انگریز ہتھیار ڈال دیں۔ اور اطاعت قبول کر لیں۔ تو پھر جو قوم حکمران ہو گی۔ اس کی اطاعت ضروری سمجھیں گے۔ غرض

اصل یہ ہے

کہ جب تک کوئی قوم ترتیب اسلامی کے مطابق عمل کر کے اپنے آپ کو بغاوت سے بری نہیں کر لیتی۔ اس وقت تک حکومت کے خلاف کھڑے ہونے کی وجہ سے باغی ہے۔ اور اس وقت تک باغی ہے جب تک حکومت اس کے ہاتھ میں نہیں آ جاتی جس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو یہ کہ بادشاہ اپنے حق سے دست بردار ہو جائے۔ اور اطاعت قبول کر لے۔ یا پھر وہ ملک کو چھوڑ کر چلا جائے۔ ورنہ یوں تو سب نے ہی بغاوت کر کے حکومتیں حاصل کی ہوتی ہیں۔ پہلے پہل ترکوں نے بھی بغاوت سے ہی حکومت حاصل کی تھی۔ بنو امیہ نے بھی بغاوت سے ہی حکومت لی تھی۔ غرض جب تک بغاوت جاری رہے۔ اس وقت تک اس کی حمایت یا اطاعت ناجائز ہوتی ہے۔ لیکن جب حکومت قائم ہو جائے۔ تو پھر خدا تعالےٰ کا حکم یہی ہے۔ کہ اس کی اطاعت کرو۔ تا فساد دور ہو۔ اور امن قائم ہو پس اس اصل کے ماتحت ہمارے نزدیک بچہ سقہ ہو۔ یا کوئی اور۔ بغاوت کرنے میں غلطی پر ہے۔ لیکن اگر وہ یہ ثابت کر دے۔ کہ وہ ملک چھوڑ کر نکل جانا چاہتے تھے۔ مگر انہیں نہ جانے پر مجبور کیا گیا۔ تو ایسی حالت میں

اُن کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا ہونا جائز ہوگا۔ لیکن چونکہ ہمارے پاس اس قسم کے حالات نہیں پہونچے۔ کہ انہوں نے ایسا کیا۔ اس لئے ہم انہیں باغی سمجھتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک وُہ غلطی پر ہیں۔ غرض آئندہ کے متعلق

ہمارا مسلک

یہی ہے کہ ہمیں کسی خاص شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو بھی حکومت کسی ملک میں قائم ہو اس کی اطاعت فرض اور اس سے بغاوت گناہ ہے ہم نے

عام فائدہ اسلام کا

دیکھنا ہے۔ میرے نزدیک سیاسی لحاظ سے اسلام کو (حقیقی اسلام کو نہیں کیونکہ وہ تو خود اپنی ذات سے قائم ہے۔ اور اسے اپنے قیام کے لئے کسی ایسے سہارے کی ضرورت نہیں۔) ہاں سیاسی لحاظ سے اسلام کو ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ

تمام اسلامی ممالک میں

زبردست آزاد اور مضبوط حکومتیں ہوں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ باوجود اس کے کہ شریف حسین کے زمانہ میں ہم اس کی حکومت کو جائز سمجھتے اور اس کے خلاف بغاوت کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ لیکن جب سلطان ابن سعود نے پوری طرح وہاں اپنا تسلط جما لیا۔ اور اُس کی حکومت قائم ہوگئی۔ تو اب ہم اسی کو جائز سمجھتے اور اس کے خلاف بغاوت کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اب اگر شریف بھی اس پر حملہ کریگا تو ہمیں بُرا لگیگا۔ اسی لئے ہم بچہ سقہ کو بھی بُرا سمجھتے ہیں۔ کہ اس نے

ایک آزاد اسلامی حکومت

کو صدمہ پہونچایا۔ جب تک وہ خود وہاں حکومت قائم نہ کرلے ہم اسے بُرا ہی کہیں گے۔ اب وہاں خواہ کوئی بادشاہ ہو جائے۔ امان اللہ خاں ہو یا عنایت اللہ خاں۔ نادر خاں ہو۔ یا علی احمد جان۔ یا بچہ سقہ جو وہاں ایسی حکومت قائم کریگا جو سارے افغانستان پر حاوی ہوگی۔ بالکل آزاد ہوگی کسی دوسری سلطنت کے ماتحت نہ ہوگی۔ ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے کوشش کریگی۔ اس کے ہم ایسے ہی خیر خواہ ہونگے جیسے ان اسلامی حکومتوں کے ہیں۔ جو اپنے ممالک میں مسلمانوں کی ترقی کی کوشش کر رہی ہیں

پس ہمارے

آئندہ کے متعلق احساسات

یہ ہیں۔ کہ وہاں ایسی حکومت قائم ہو۔ جو بالکل آزاد ہو۔ وہ نہ انگریزوں کے ماتحت ہو۔ نہ روسیوں کے۔ نہ کسی اور کے۔ ہم اسے بھی پسند نہیں کرتے کہ افغانستان ایک دفعہ کامل آزادی حاصل کرنے کے بعد دوبارہ پھر

انگریزوں کے ماتحت

ہو ہم اسے اس طرح دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ وُہ آزاد ہو مضبوط ہو ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔ اور نہ کسی کے ماتحت یا زیرِ اثر ہو۔ اگر وہاں ایسی حکومت قائم ہو جائے۔ تو حکمران خواہ کوئی ہو۔ ایسی حکومت اسلام کے لئے مفید ہوگی۔ اس کے لئے ہماری طرف سے جو ایڈریس گورنر صاحب پنجاب کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں بھی ہم نے اس مسئلہ کو اٹھایا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ ہم اسے سخت ناپسند کرتے ہیں۔ کہ افغانستان کے معاملات میں کسی قسم کا دخل دیا جائے۔ اور ہم امید رکھتے ہیں۔ گورنمنٹ اس بات کی احتیاط کرے گی۔ کہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں ہرگز مداخلت نہ کی جائے۔ اور جیسے وُہ پہلے آزاد تھا۔ ویسے ہی اب بھی ہے

میرے نزدیک مسلمانوں کو صرف اس بات کی ضرورت ہے۔ اور مسلمانوں کی تمام جماعتوں اور انجمنوں کو بالاتفاق پورے زور کے ساتھ یہ اعلان کر دینا چاہئے۔ کہ ہم اسے سخت ناپسند کرتے ہیں۔ کہ

افغانستان کے فسادات

کے نتیجہ میں کوئی غیر قوم خواہ وہ انگریز ہی ہوں۔ اس ملک پر کسی قسم کا تصرف کرے۔ افغانستان اسی طرح آزاد ہونا چاہئے۔ جیسے پہلے تھا۔

چاہے کوئی بادشاہ ہو

امان اللہ خاں ہو۔ یا عنایت اللہ خاں۔ نادر خاں۔ یا علی احمد جان یا بچہ سقہ یا کوئی اور بچہ ہو۔ بہرحال افغانستان آزاد رہے۔ تاکہ مسلمانوں کی سیاسی طاقت کو جو پہلے ہی بہت کمزور ہے۔ مزید نقصان نہ پہونچے۔ یہ بات ہے جس کی اسوقت مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ ورنہ دعوے اور دھمکیاں دینا یا یہ کہنا کہ ہم یوں کر دینگے۔ فضول ہے۔ اور اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ بالاتفاق سُنّی۔ شیعہ۔ احمدی۔ وہابی وغیرہ سب کو مل کر یہ آواز بلند کرنی چاہئے۔ اور اعلان کر دینا چاہئے۔ کہ ہمیں یہ خطرہ ہے۔ کہ کوئی غیر قوم کابل کو

اپنے اقتدار کے نیچے

لانے کی کوشش کریگی ہم اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور بُرا سمجھینگے باقی رہا یہ کہ

ہم کیا کرینگے

ہم نے کیا کرنا ہے جب خدا تعالیٰ نے تغیرات پیدا کر دیئے۔ تو جو کچھ کر سکتے ہونگے۔ کر لینگے۔ ابھی سے دھمکیاں دینا کچھ کام نہیں دے سکتا۔ اور حقائق کا انکار کر کے یہ سب کچھ یورپ کا پروپیگنڈا ہے۔ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا سوائے اس کے کہ ہم دل میں شرمندہ ہوں۔ کہ ہم نے جھوٹ بولا جب پہلے بغاوت کی خبریں آئیں۔ تو کہا گیا۔ کچھ بھی نہیں۔ باغیوں کی کچھ ہستی نہیں وُہ چند لٹیرے ہیں۔ نتیجہ کیا ہوا۔ یہ کہ ایک بادشاہ حکومت سے دستبردار ہو کر دار الحکومت سے چلا گیا۔ دوسرا بھائی اس کی جگہ بادشاہ ہوا۔ مگر وُہ بھی جانے پر مجبور ہوا۔ اور بچہ سقہ قابض ہو گیا۔ معلوم نہیں۔ وُہ

سقہ کا بچہ

ہے۔ یا جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ کسی بڑے فوجی افسر کا لڑکا ہے۔ اس نے کسی موقعہ پر شکست کھائی تھی۔ اس وجہ سے امیر حبیب اللہ خاں پیار سے اسے بچہ سقہ کہا کرتے تھے۔ پس حقائق کو چھپانے اور دھمکیاں دینے سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ دنیا ہم کو جھوٹا سمجھے۔ کہ یہ کہتے تھے ہم یہ کرینگے۔ وہ کرینگے۔ مگر کیا کرایا کچھ بھی نہیں۔ اور ہم دلوں میں شرمندہ ہوں کہ ہم نے جھوٹ بولا تھا۔ یہ

یقینی بات

ہے۔ کہ خدا نخواستہ اگر کوئی غیر ملکی حکومت دخل دے بیٹھے۔ خواہ وہ انگریز ہی ہوں۔ تو خواہ ہم اسے کتنا ہی ناپسند کریں۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمان کچھ کر سکیں گے۔ انہوں نے نہ کبھی پہلے کچھ کیا۔ نہ اب کریں گے۔ جب خدا تعالیٰ کسی قوم کے ہاتھوں سے تلوار چھین لیتا ہے۔ تو اس کے معنے یہی ہوتے ہیں۔ کہ اب صبر کرو جب تلوار دینگے اس وقت جو مناسب ہو کر لینا۔ اور تلوار دینے کے سامان خدا تعالیٰ خود پیدا کر دیا کرتا ہے۔ مگر وہ سامان ابھی نظر نہیں آتے۔ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے سامان پیدا ہوتے ہیں۔ تو اس وقت

تلوار کا استعمال

جائز ہوتا ہے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت ہُوا کفار نے مسلمانوں کو ہجرت سے جبراً روکا۔ اسوقت مسلمانوں کے لئے تلوار اٹھانا جائز تھا۔ خواہ وہ مکہ میں رہ کر ہی اٹھاتے۔

پس میرے نزدیک اسوقت مسلمانوں کو ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ تمام مسلمان بالاتفاق یہ اعلان کر دیں۔ کہ ہم غیر ملکی دست اندازی کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور ہمارے احساسات کا اگر کچھ خیال رکھا جا سکتا ہے۔ تو کسی کو افغانستان کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دینا چاہئے نہ انگریزوں کو دخل دینا چاہئے۔ نہ روسیوں کو۔ اور نہ کسی اور کو۔ اور اس کے بعد ہمارا یہ فرض ہے۔ کہ

خدا تعالیٰ سے دُعا کریں

کہ اے خدا۔ اسلام کیلئے جو بہتر ہے۔ وہی ہو۔ ہمیں کیا پتہ ہے۔ کہ اس ملک کے لئے کونسا بادشاہ مفید ہوگا۔ یہ

غیب کی بات

ہے۔ اسے اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اور یہ دُعا کرنی چاہئے۔ کہ اس ملک کے لئے جو مفید اور بہتر ہو۔ اسے کھڑا کرے۔ ہاں جب تک اصلی حکومت قائم نہ ہو جائے۔ اس وقت تک قائم شدہ حکومت کے خلاف کھڑے ہونے والوں کو ہم باغی ہی کہینگے جیسے

امیر معاویہ

جب تک حضرت علیؓ سے لڑتے رہے۔ باغی تھے۔ لیکن جب انکی حکومت قائم ہوگئی۔ اور انہوں نے ملک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ تو رضی اللہ عنہ کے مصداق بنگئے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں ایک آزاد ملک عطا کر دیا۔ اور انہیں خدمت دین کے ایسے موقعے ملگئے۔ کہ خدا تعالیٰ نے بغاوت کا الزام ان سے دھو دیا۔ آج ہم انہیں رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ سوال کرے کہ

معاویہ حضرت علی کے مقابلہ میں

کون تھے۔ تو آج بھی ہم یہی کہینگے۔ کہ باغی۔ مگر جب یہ سوال نہ ہوگا۔ تو ہم انہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہینگے۔ پس جب تک افغانستان میں کوئی حکومت قائم نہ ہو۔ جو امان اللہ کے مقابلہ میں کھڑا ہوگا۔ باغی کہلائیگا ہمارے پاس اگر فوجیں ہوتیں۔ تو ہم طاقت کے ذریعہ فیصلہ کرتے۔ کہ امان اللہ خاں اچھا ہے یا کوئی اور۔ لیکن جب یہ نہیں تو ہمارے لئے

صحیح راستہ

یہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ سے دعا کریں۔ جو مفید ہو۔ اسے کھڑا کرے۔ اس سے زیادہ کچھ کرنیکی طاقت ہندوستانی مسلمانوں میں نہیں۔

یہ راہ ہے جس پر چلکر میں سمجھتا ہوں۔ مسلمان دوسری اقوام پر اپنا رعب اور ان کے دلوں میں اپنا ادب و احترام پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی کمزور شخص کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور زبردست سے کہتا ہے۔ میں تم سے مقابلہ کی طاقت تو نہیں رکھتا۔ لیکن چونکہ میں تمہاری اس حرکت کو ناپسند کرتا ہوں۔ تم جو چاہو۔ کرلو۔ میں جان دینے کیلئے تیار ہوں۔ تو اس کی عزت کی جائیگی۔ اور مخالف اس کے مقابلہ کے اس جذبہ سے مرعوب ہوگا۔ لیکن اگر کسی کو دوسرے نے زمین پر گرایا ہُوا ہو۔ اور اسکی چھاتی پر بیٹھا ہُوا اسے مار مار جاتا ہو۔ مگر وُہ نیچے سے یہ کہتا چلا جائے۔ کہ میں ابھی تمہاری گردن توڑ دونگا۔ تو اسکی بات کو کوئی پسند نہ کریگا۔ دشمن یا تو شہادت پانیوالے کی ہمت سے مرعوب ہوتا ہے یا غلبہ سے۔ کمزوری کے ساتھ زور کا دعویٰ کرنا کچھ اثر نہیں رکھتا۔ پس اپنے احساسات کو ضائع مت کرو۔ اور انہیں ... دوسروں کے سامنے ذلیل نہ کرو + میں نے اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ موجودہ حالت میں یہی ٹھیک راہِ عمل ہے۔ کہ مسلمان صرف اپنی رائے کا اظہار کر دیں۔ اور پھر خدا کے سامنے جھک جائیں۔ اور کہیں۔ اے خدا وہی ہو۔ جو تیری مرضی +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲

حال ہی میں مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے یہ کتاب شائع کی ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ خطوط ہیں جو آپ نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے نام ان کی ہجرت سے پہلے ارقام فرمائے تھے۔

حضور علیہ السلام کی تصانیف جو رنگ رکھتی ہیں۔ وہ اور ہے۔ مجالس کی تقریریں وعظ اور نصائح ایک اور ہی رنگ کی چیز ہیں۔ مکتوبات کا ان سے الگ ایک تیسرا رنگ ہے۔ کیونکہ ان میں اکثر باتیں پرائیویٹ ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضور کے مکتوبات پڑھنے سے کئی ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جو صرف تصانیف یا مجالس کے حالات پڑھنے والے کو ہرگز معلوم نہیں ہوسکتیں۔ مثلاً انہی مکتوبات میں شادی کے متعلق جو مشورے حضور نے حضرت خلیفہ اول کو دئے ہیں۔ اور جو جو عجیب نکات اس کے متعلق بیان فرمائے ہیں۔ ان کا عام تقریروں یا تصانیف میں ڈھونڈنا بالکل عبث ہے :

اسی طرح بعض اپنی پرائیویٹ اور بیچ کی باتیں جن پر اور کسی طرح علم حاصل نہ ہوسکتا تھا۔ وہ ان خطوط سے معلوم ہوتی ہیں۔ غرض یہ یا اس قسم کی کتابیں اتنے علوم اور معارف اور تاریخی امور اور پرائیویٹ حالات فریقین کے ظاہر کرتی ہیں۔ کہ کوئی احمدی ان سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ مثال کے طور پر علاوہ کئی اور باتوں کے دو باتیں تاریخی خود مجھے بالکل نئی معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ مشہور واقعہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفہ اول کو ایک دفعہ لکھا تھا۔ کہ آپ اشتہار دیدیں۔ کہ میں حنفی ہوں۔ مجھے اب تک یہ معلوم نہ تھا کہ آخر اس کی وجہ کیا تھی۔ ان خطوط کے پڑھنے سے معلوم ہوگیا۔ کہ کیا وجہ اس حکم کی تھی۔

دوسرے ایک امر یہ کہ حضرت مسیح موعود نے دعوائے مسیحیت ۱۸۹۰ء میں کیا۔ یا ۱۸۹۱ء میں۔ اس میں مختلف لوگوں کی رائیں ہیں۔ ان خطوط سے یہ صاف واضح ہے۔ کہ ۱۸۹۰ء میں یہ دعوے علی الاعلان آپ نے ایسا شائع کردیا تھا۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اس سنہ کے ختم ہونے سے پہلے اسی وجہ سے علانیہ مخالف ہوچکے تھے۔

غرض اسی طرح کے بہت سے امور ہیں۔ جو علم میں ترقی کا موجب ہیں۔ پھر معرفت کے نکات اور نصائح۔ اور اخلاقی باتیں اور اس زمانہ کے بعض حالات مزید براں ہیں یہ چھوٹا سا رسالہ علم و معرفت کا ایک دریا ہے جس کے فقرہ فقرہ سے ہر علمی حیثیت کا شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے شیخ عرفانی کو۔ جنہوں نے سالہا سال پہلے اپنی دوربین آنکھ سے ان چیزوں کی اہمیت کو دیکھا۔ اور ان کا ایک ذخیرہ اپنے پاس جمع کرلیا۔ جسے وہ وقتاً فوقتاً جماعت کے فائدہ کے لئے شائع کرتے رہتے ہیں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا ذخیرہ ان کے پاس جس قدر ہے۔ غالباً کسی اور فرد کے پاس اس کا دسواں حصہ بھی موجود نہ ہوگا۔ اور وہ جب فرصت پاتے ہیں۔ اسے شائع بھی کرتے رہتے ہیں۔ مگر زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ پھر انسانی قوے کو ہر وقت تنزل اور بیماری لگی ہوئی ہے۔ ممکن ہے کہ شیخ صاحب کو لمبی عمر کی بشارات ملی ہوں مگر اب یہ باتیں اس سے زیادہ تعویق میں نہ پڑی رہنی چاہئیں۔ جہاں ایک طرف شیخ صاحب پر فرض ہے۔ کہ اس اہم امانت کو دنیا کے سپرد کریں۔ جن کے لئے وہ مقصود ہے۔ اسی طرح احباب کو بھی چاہیئے۔ کہ ہاتھوں ہاتھ اس بابرکت تصانیف کو خریدیں تاکہ ان کو اگلی جلدیں اور سلسلے شائع کرنے کی ہمت اور توفیق پیدا ہو۔ والسلام

محمد اسمٰعیل از سونی پت

سابقہ وصایا میں اضافہ

جب سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے :-

"میرے نزدیک ہر وہ جائداد جس سے کسی کا گذارا نہیں چلتا۔ اس کی اگر وصیت کرتا ہے۔ تو وہ وصیت نہیں ہے۔ اس لئے میں نے کارکنوں کو توجہ دلائی ہے کہ اس قسم کی وصیتیں فضول ہیں"

تب سے بہت سے احباب جن کی وصیتیں جائداد کی اس تعریف کے ماتحت نہ آتی تھیں۔ انہوں نے آمد کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کردی ہے۔ چنانچہ ماہ دسمبر ۱۹۲۸ء میں جن احباب نے اپنی اپنی وصیت کی تکمیل میں اپنی ماہوار آمد کا حصہ دینے کا اقرار لکھ کر بھیجا۔ ان کے اسمائے کی فہرست درج ذیل ہے

۱۔ جناب مفتی محمد صادق صاحب ناظر امور خارجیہ ۱/۱۰ حصہ آمد کا ماہوار

۲۔ منشی سلطان عالم صاحب ساکن گوڑیالہ ضلع گجرات " " "

۳۔ سید پیر احمد صاحب ہوشیار پور۔ " " "

۴۔ سید بشارت احمد صاحب جنرل سکرٹری حیدر آباد دکن " " "

۵۔ منشی نبی بخش صاحب سکرٹری جماعت احمدیہ اجمیر " " "

۶۔ میاں رحمت اللہ صاحب جوگووال ضلع گورداسپور۔ " " "

۷۔ میاں کریم بخش صاحب خیاط گوجرانوالہ۔ " " "

۸۔ میاں علی بخش صاحب ساکن رہتاس ضلع جہلم۔ " " "

۹۔ میاں وزیر محمد صاحب " " "

۱۰۔ شیخ غلام نبی صاحب چکوال حال ڈیرہ دون۔ " " "

۱۱۔ حافظ محمد اسحاق صاحب عربک ٹیچر ٹانڈہ ہوشیار پور۔ " " "

۱۲۔ چوہدری محمد حسین صاحب۔ سیالکوٹ۔ " " "

امید ہے۔ دوسرے احباب بھی جلد توجہ فرمائینگے

محمد سرور شاہ
سکرٹری مقبرہ بہشتی قادیان

حیدر آباد دکن میں اتحاد بین الاقوام کا

پہلا عملی نمونہ

۱۲۔ جنوری ۲۹ء بروز شنبہ بوقت ۶ بجے شام بصدارت عالیجناب نواب مرزا یار جنگ بہادر چیف جسٹس ہائی کورٹ برہمو سماج مندر میں اسی فرقہ کی جانب سے مذاہب عالم کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ حیدر آباد دکن میں یہ اپنی قسم کا پہلا جلسہ تھا۔ کہ ایک ہی اسٹیج پر مختلف مذاہب کے نمائندوں نے بغیر کسی دوسرے مذہب پر حملہ کرنے کے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیں۔ یہ ایک ایسا صلح کن طریق ہے۔ کہ باوجود مختلف مذہب رکھنے کے ایک دوسرے کے خیالات سے مستفید ہوکر لوگ نہائت امن کی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔ اور یہ وہ طریق ہے۔ جو بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا صاحب نے پیش فرمایا۔ مندرجہ ذیل اصحاب نے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیں :-

۱۔ مسٹر جی اے۔ چندر وارکر ایم اے نے ہندوازم پر تقریر کی

۲۔ مسٹر ایس کاڈگا۔ پارسیوں کے نمائندے نے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیں :

۳۔ مسٹر گیا پرشاد نے آریہ دھرم کے اصول بتائے :

۴۔ مسٹر ایو۔ سی۔ ای پارکر نے عیسائیت کے مسئلہ کفارہ اور ارتقاء تیج اقوام پر تقریر کی :

۵۔ مس۔ اے۔ بی روڈ ہوس کی تقریر عیسائیت میں توحید اور معرفت الٰہی پر ہوئی :

۶۔ جناب مولوی حافظ عبد العلی صاحب وکیل ہائیکورٹ نے جو کہ انجمن احمدیہ حیدر آباد کے ناظر امور عامہ و اعلےٰ اراکین میں سے ہیں اسلام پر تقریر کی :

جناب حافظ صاحب قبلہ نے اسلام پر ایک جامع اور مدلل تقریر فرمائی۔ جس میں بتایا۔ کہ اسلام عین فطرت کے مطابق مذہب ہے۔ آپ نے بعض قرآنی آیات اپنے مضمون کی تائید میں پڑھ کر ان کا ترجمہ انگریزی میں سنایا۔ آخر میں آپ نے فرمایا۔ میں اس اسلام کو نہیں پیش کررہا۔ جو کہ عام مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ حقیقی اسلام کو آپ حضرات کے روبرو پیش کرتا ہوں۔ آپ کے بیان کردہ اصول اسلام سے حاضرین جلسہ بہت متاثر ہوئے۔ خصوصاً مس اے بی۔ روڈ ہوس اور مس ٹل فولڈ نے جو یونیٹیرین چرچ آف انگلینڈ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ختم جلسہ پر جناب حافظ صاحب سے خاص طور پر ملاقات کی۔ اور آپ کے بیان کردہ اسلامی اصول کی بہت تعریف کی :

آخر میں جناب صدر صاحب نے اس جلسہ کو اتحاد بین الاقوامی کی ایک نیک فال ظاہر فرماتے ہوئے مقررین کا شکریہ ادا کرکے جلسہ ختم کیا حاضرین جلسہ اعلےٰ طبقہ سے تھے جن میں نواب سر امین جنگ بہادر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ راقم محمد عبد الرحیم متعلم کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن

بزرگان ملت کیا فرماتے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل احمدیہ کالج اور سیکرٹری مقبرہ بہشتی فرماتے ہیں۔ کہ "میرے گھر میں اس سے قبل بہت سے قیمتی سرمے استعمال کئے گئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ لیکن آپ کے سرمہ سے ان کی آنکھوں کی سب کمزوری اور بیماری دور ہو گئی۔ اور ان کی نظر بچپن کے زمانہ کی طرح بالکل ٹھیک اور درست ہو گئی۔ اس پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور بدون آپ کے تقاضائے محض فائدہ عام کے لئے ان الفاظ کو اس غرض کے لئے آپ تک پہونچاتا ہوں۔ کہ اسے ضرور شائع کریں۔ تاکہ دوسرے لوگ بھی اس مفید ترین چیز سے مستفیض ہوں"

حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے ناظر تالیف و تصنیف فرماتے ہیں۔ کہ "مدرسۃ الخواتین کی ایک طالبہ ککروں کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھی۔ چنانچہ وہ پڑھائی کرنے سے بھی عاجز ہو گئی تھی۔ اس نے آپکا سرمہ چند روز استعمال کیا۔ جس سے بہت فائدہ ہوا۔ اب وہ باقاعدہ پڑھتی ہے۔ آپ میری شہادت کو ضرور شائع کردیں۔ تاکہ دوسرے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں"

جناب میر محمد اسحٰق صاحب فاضل سینیر پروفیسر احمدیہ کالج و ناظر ضیافت فرماتے ہیں۔ کہ "مجھے ککروں کی سخت شکایت تھی رات کو مطالعہ سے خارش۔ جلن۔ پانی بہنا یہ عوارض زور پکڑ جاتے تھے۔ آپ کے سرمہ نے مجھے بہت فائدہ دیا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے"

اگر کسی کو حوصلہ ہے۔ تو وہ میدان میں آئے۔ اور اس پایہ کے بزرگوں کی شہادتیں پیش کرے۔ آج ہی ایک سرمہ منگائیے جو ضعف بصر۔ ککرے۔ جلن۔ خارش چشم۔ پھولا۔ جالا۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ پڑبال۔ ناخونہ۔ گوہانجنی۔ رتوندہ۔ ابتدائی موتیابند۔ غرضکہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر مانا گیا ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپیہ آٹھ آنہ (عہ/) محصولڈاک علاوہ

آپ سردی سے کس طرح بچ سکتے ہیں

لوگ حیران ہیں کہ میں آجکل بھی صبح کی کڑکڑاتی سردی میں کس طرح بے تکلف سیر کرتا ہوں۔ سو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اکسیر البدن جملہ دماغی اور جسمانی کمزوریوں کے دور کرنے کے علاوہ سردی اور عوارض سردی سے بھی قطعی محفوظ رکھتی ہے۔ اس کے استعمال سے کئی ناتوان اور گئے گذرے انسان از سر نو زندگی حاصل کر چکے ہیں۔ اگر آپ بھی عمدہ صحت پاکر پر لطف زندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو آج سے ہی اکسیر البدن جو دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے۔ کا استعمال شروع کردیں۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصولڈاک علاوہ

ایک تجربہ کار حکیم کی شہادت جناب مولوی حکیم قطب الدین صاحب جو قادیان کے سب سے پرانے اور تجربہ کار حکیم ہیں۔ وہ اکسیر البدن کے متعلق اپنا تجربہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "مجھے کمر درد کی سخت شکایت تھی۔ یہاں تک کہ اٹھنے بیٹھنے سے سخت لاچار تھا۔ آپکی دوا اکسیر البدن سے میری صحت بہت اچھی ہو گئی۔ واقعی یہ دوا مقوی جسم اعصاب و دماغ ہے"

موتی سرمہ اور اکسیر البدن اکٹھے منگوانے پر محصولڈاک معاف رہیگا۔

ملنے کا پتہ:۔ منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

میں ہی نہیں

بلکہ تمام ارباب دانش صرف سرمہ اکسیری ہی استعمال کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ آنکھوں کی حفاظت کرتا۔ ضعف بصارت دور کرتا۔ نظر میں قوت پیدا کرتا۔ اور عینک کی ضرورت سے مستغنی کردیتا ہے۔ بیمار تندرست بچے بوڑھے کیلئے یکساں مفید۔ ککروں۔ دھند۔ جالا۔ سرخی۔ پانی بہنا اور خارش وغیرہ قریباً سب امراض چشم کو بفضلہ دور کرتا ہے۔ راقم (بابو) عطاء الرحمٰن خاں (صاحب) سکنہ کلرک اکسائز رنگون۔ فزکیل استعمال۔ نہایت آسان اور باوجود نہایت قیمتی اجزاء کی ترکیب سے تیار ہونیکے قیمت صرف ۴/ فی تولہ منگوائیے نمونہ ۱/ ماشہ ۲/

المشتہران ناصر برادرس محلہ دارالفضل قادیان

رشتہ مطلوب ہے

ایک نوجوان احمدی بعمر ۲۶ سال پیشہ زرگری کی شادی ایک غیر احمدی زرگر کی لڑکی سے ہوئی ہے۔ مگر جب سے شادی ہوئی ہے۔ بوجہ ناموافقت مذہبی سلوک خانہ داری نہیں ہوا۔ اب چاہتے ہیں کہ کوئی (احمدی) رشتہ مل جائے۔ ایک صرافی کی دکان ہیں جو اچھی چلتی ہے۔ تیسرا حصہ ہے۔ اور ایک علیحدہ دکان زرگری بھی ہے۔ خود خدا کے فضل سے بہت اچھے ماہر فن ہیں۔ اپنے ہنر کے لحاظ سے کم از کم ۶۰ روپے ماہوار کما سکتے ہیں۔

سید محمد حسین معرفت دفتر منیجر الفضل قادیان

حب اٹھرا

اگر آپ کو اولاد حاصل کرنیکی حقیقی تڑپ ہے تو آپ اپنے گھر میں حب اٹھرا ضرور استعمال کرادیں۔ اس کے کھانے سے بفضل خدا ہزاروں گھر صاحب اولاد ہو چکے ہیں۔ جو اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن چکے تھے۔ (مرض اٹھرا کی شناخت یہ ہی ہے کہ اس سے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں یا حمل گر جاتے ہیں یا مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ اسکو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔) اس بیماری کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح اول مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب شاہی طبیب کی مجرب حب اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ یہ گودھری بے مثل گولیاں حضور کی مجرب و مقبول و مشہور عام ہیں۔ اور ویران اندھیرے گھروں کا چراغ ہیں جنکو مرض اٹھرا نے گل کر رکھا تھا۔ آج وہ خالی گھر خدا کے فضل سے پیارے بچوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان گودھری گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت۔ تندرست اٹھرا کے اثرات سے محفوظ پیدا ہو کر والدین کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوتا ہے۔ آزما کر فائدہ اٹھائیں۔ قیمت فی تولہ عہ شروع حمل سے آخر تک ۹ تولہ گولیاں خرچ ہوتی ہیں۔ یکدم نو تولہ منگوانے پر للعہ محصولڈاک معاف۔ المشتہر

نظام جان عبد اللہ جان دواخانہ معین الصحت قادیان

بہترین مشین سیویاں

نو ایجاد

نکل پلیٹڈ۔ خوبصورت۔ پائیدار۔ کم قیمت اور بافراط کام دینے والی

اس سے بہتر مشین سیویاں دنیا بھر میں نہ مل سکینگی

مختصر پرزے — تھوڑا وزن

چھوٹا بچہ بھی بخوبی چلا سکتا ہے

موٹی و باریک دو چھلنیاں ہر مشین کے ہمراہ

قیمت سائز کلاں ۲ انچ قطر ۱۲ عہ سائز خورد ۱ انچ قطر ۱۰ عہ

محصولڈاک علاوہ

ایم عبدالرشید اینڈ سنز سوداگران مشینری احمدیہ بلڈنگ بٹالہ (پنجاب)

ضرورت

دو خواندہ پابند صوم و صلوٰۃ لڑکیوں کے لئے جن کی عمر ۱۸ اور ۱۹ سال کی ہے۔ شریف اور برسر روزگار تعلیم یافتہ رشتوں کی ضرورت ہے۔ لڑکیاں ایک تعلیم یافتہ گھرانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

خط و کتابت معرفت منیجر الفضل قادیان

ہر ایک اشتہار کی صحت کا ذمہ دار خود مشتہر ہے نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah
اشتہارات
اخبار الفضل قادیان دارالامان مورخہ یکم فروری ۱۹۲۹ء
نمبر ۶۱ جلد ۱۶
قادیان میں سکنی اراضی
احباب کی اطلاع کیلئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ محلہ دارالبرکات میں جو ریلوے سٹیشن کے عین سامنے اور اس کے بالکل قریب ہے۔ قطعات قابل فروخت موجود ہیں۔ ریلوے روڈ پر بھی جو محلہ دارالبرکات اور محلہ دارالفضل کے درمیان واقع ہے۔ اور اندر کی طرف بھی۔ قیمت موقعہ اور حیثیت کے لحاظ سے الگ الگ مقرر کردی گئی ہے جو بذریعہ خط و کتابت معلوم کی جاسکتی ہے۔ خواہشمند احباب مجھ سے یا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل سے خط و کتابت فرمائیں ٭
مرزا بشیر احمد قادیان
غور سے پڑھیے
آپ کے فائدہ کی بات ہے
صاحبان آپنے اخبار الفضل میں "عرق نور" کی بابت اشتہار دیکھا ہوگا۔ امراض جگر جس کے باعث انسان کمزور چلنے پھرنے سے لاچار۔ ذرا سے کام سے دم چڑھ جانا۔ کمی خون۔ کمزوری عام۔ بدن سفید یا یرقان کی علامتیں ظاہر ہونا۔ اشتہا کم قبض وغیرہ کی شکایت ان کیلئے عرق نور اکسیر ہے اور امراض تلی کے لئے تریاق۔ موسمی بخار کے ایام سے پہلے اس کا استعمال کیا جاوے۔ تو بخار نہیں ہوتا۔ مصفی خون اعلیٰ درجہ کا ہونے کی وجہ سے جیسے کہ مریض کے لئے مفید ہے۔ ویسا ہی تندرست کے لئے بھی ہے۔ جس قدر عرق پیا جاوے۔ اسی قدر خون صالح پیدا ہوکر چہرہ چمکتا ہے۔ بیرونجات میں خشک دوائی روانہ کی جاتی ہے۔ پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ بھیجا جاتا ہے ٭
قیمت ایک بوتل وزنی ۱۲ چھٹانک ایکروپیہ عہ،
بانجھ پن اور اٹھرا کے لئے عرق نور مجرب المجرب ہے۔ اس کے استعمال سے ماہواری خرابی اور قلت خون درد وغیرہ دور ہوکر بچہ دانی قابل تولید ہوکر مراد حاصل ہوتی ہے۔ اگر آپ علاج کراکر مایوس یا بدظن ہوگئے ہیں۔ تو آپ ایسا کریں۔ کہ ایک اقرار نامہ پختہ کاغذ پر مصدقہ گواہان تحریر کرکے کہ ہم موجد عرق نور کو مبلغ اسی روپیہ بعد حصول اولاد ادا کردیں گے کسی قسم کا عذر نہ ہوگا بھیجدیں تو ہم آپ کو مفت دوائی روانہ کردیں گے۔ صرف خرچ ڈاک آپکو دینا ہوگا۔ نقد قیمت ۴۸ خوراک دوائی بمعہ شافہ قیمت للعہ
درد شقیقہ۔ ایک منٹ میں آرام قیمت عہ، شیشی ایک اونس
درد گردہ۔ پندرہ منٹ میں آرام قیمت ایک تولہ دوروپیہ (عہ) خوراک ایک ماشہ
درد عصابہ یا پسلی۔ دومنٹ میں آرام قیمت دوروپیہ (عہ) شیشی دو اونس۔ بمعہ چھ عدد گولیاں
بواسیر خونی ہر سہ قسم قیمت (دوائی خوردنی اور لگانے کی) سے تک مطابق مرض
ملنے کا پتہ
ڈاکٹر نور بخش احمدی گورنمنٹ پنشنر
انڈیا اینڈ افریقہ قادیان (پنجاب)
قادیان میں مکان بنائیے
باموقع زمین ہم سے لیجئے
اب قادیان میں خدا کے وعدوں کے مطابق ریلوے لائن جاری ہوگئی ہے ۱۱ جنوری کے الفضل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو خوابیں چھپی ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وقت اب چلا آرہا ہے۔ کہ قادیان کی زمین کی قیمت بہت بڑھ جائیگی۔ پر نہ خریدنے والوں کو سوائے افسوس کے کوئی چارہ نہ ہوگا۔ ہمارے پاس چند قطعات اراضی بورڈنگ ہائی سکول کے عقب میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ہاکی گراؤنڈ کے جانب مغرب اور صدر انجمن کی کوٹھی کے شمال جنوب میں واقع ہیں۔ مسجد نور سے صرف دو منٹ کا راستہ ہے۔ سڑک دونو طرف موجود ہے۔ قیمت فی مرلہ ۲۵ روپیہ ہے۔ اس میں کم و بیش نہ ہوگا ٭
پتہ ذیل سے خط و کتابت کریں۔
غلام محی الدین و فضل خالق احمدی بازار کٹھونیاں امرت سر
اکسیر دماغ
زندگی کو خوشگوار بنانے کیلئے آپ اپنی صحت کو درست کریں۔ اکسیر دماغ کا استعمال گویا صحت کا بیمہ کرانا ہے۔ دوران سر، سر کا چکرانا، دائمی نزلہ و زکام، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جانا، نزول الماء، نظر کا کمزور ہونا، کمزوری دل، دھڑکن، کمی خون، بھوک کا کم لگنا۔ اور ہر قسم کی اعصابی کمزوریوں کے ازالہ کے لئے تمام دنیا میں ایک ہی اور بے نظیر چیز ہے۔ خدا کے فضل پر بھروسہ کرکے آج ہی منگوائیں اور اس کے استعمال سے گئی گذری طاقتوں کو بحال کریں۔ خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں۔ کہ یہ انعام اسی کی طرف سے ہے۔
قیمت فی تولہ آٹھ روپے (عہ) ۳ ماشہ دوروپیہ (عہ)
خوراک ایک رتی
حکیم عزیز الرحمٰن شفاخانہ عزیز خلائق قلعہ سٹریٹ امرت سر
ہر ایک اشتہار کی صحت کا ذمہ دار خود مشتہر ہے نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندوستان کی خبریں

امرتسر ۲۵ جنوری۔ خبر ملی ہے۔ کہ شرومنی اکالی دل کو پٹیالہ سے اس مطلب کا تار موصول ہوا ہے۔ کہ جہاں کہیں اکالی لیڈروں کا وفد جاتا ہے۔ وہاں ہی پٹیالہ حکومت ان کا استقبال کرنے والوں کو گرفتار کر لیتی ہے۔ ان کی تعداد اڑھائی سو تک پہنچ چکی ہے۔ ان میں سے بہت سے نمبرداروں کو نمبرداری سے الگ کر دیا گیا ہے۔ کئی اصحاب کی جاگیریں ضبط کر لی گئی ہیں ؛

لندن ۲۴ جنوری۔ اخبار ڈیلی ٹیلیگراف کو معلوم ہوا ہے۔ کہ شاہ امان اللہ کی پوزیشن کمزور ہو رہی ہے۔ اور آپ اپنے تخت کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوششوں کو ترک کر کے ٹرکی روس میں جانے کا خیال کر رہے ہیں۔

ماسکو کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ وہاں کابل سے اس امر کی یہ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ کابل سے پچیس میل کے فاصلہ پر نواحی جلال آباد کے ان قبائل کے لشکر جنہوں نے متحد ہو کر کابل پر چڑھائی کی تھی۔ اور بچہ سقہ کی بھیجی ہوئی فوج کے درمیان بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں بچہ سقہ کی فوج کو شکست فاش ہوئی۔ اور وہ بہت سے مقتولین و مجروحین چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئی۔

پشاور ۲۷ جنوری۔ سردار ایوب خاں کا بیٹا محمد عمر خاں جو الہ آباد سے بھاگ گیا تھا۔ اس کے متعلق یہ معلوم ہوا تھا۔ کہ وہ افغانستان میں چلا گیا ہے۔ اب یہ افواہ گرم ہے۔ کہ محمد عمر خاں بچہ سقہ کے ساتھ مل گیا ہے۔ اور بچہ سقہ اسے کوئی نہ کوئی عہدہ دے دیگا ؛

تازہ ترین اطلاع جو یہاں (پشاور میں) موصول ہوئی ہے مظہر ہے۔ کہ بچہ سقہ نے اپنی تاج پوشی کی خوشی میں جیل خانے کے دروازے کھولدئے۔ اور ۸ سو قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ شہر کے اندر ابھی ہولناک بے چینی اور بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔ اشیاء خوردنی اور دیگر ضروریات زندگی نایاب ہیں۔ اطلاع آئی ہے کہ ایک روپیہ پر روٹی کا ایک ٹکڑا ابھی نہیں مل سکتا۔ آج کل برف باری اور طوفان باد و باران کی شدت ہے۔ کوئلہ اور لکڑی پر زندگی کا انحصار ہے۔ لیکن وہ نام کو نہیں ؛

جدید دہلی ۲۵ جنوری معلوم ہوا ہے۔ کہ ہفتہ وار اخبار "کرانتی" جو حال ہی میں نئی دہلی سے جاری ہوا۔ اس کی آخری اشاعت کے پرچے پولیس نے ضبط کر لئے ہیں۔ ۳۰۰ پرچے دفتر اخبار سے پولیس لے گئی ہے۔

کلکتہ ۲۵ جنوری جسٹس سہروردی اور جسٹس گریہم نے اخبار خادم (؟) کا مرافعہ خارج کر دیا ہے۔ اس مقدمہ میں مدیر اخبار اور طابع کو چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ کی عدالت سے علی الترتیب ۶ اور ۳ ماہ قید محض کی سزائیں ہوئی تھیں۔

پشاور ۲۵ جنوری۔ آج یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حاجی صاحب ترنگزئی مہمندیوں اور دیگر قبائل کے ۵۰ ہزار مسلح آدمیوں کے ساتھ جلال آباد پہنچ گئے ہیں ؛

پشاور ۲۵ جنوری۔ اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کابل کے غیر ملکی سفارتخانے بالکل محفوظ ہیں۔ بچہ سقہ نے ان کی حفاظت کے لئے اپنے سپاہی متعین کر دئے تھے۔ بچہ سقہ کو جلال آباد اور قندھار کی طرف سے حملہ کا انتظار ہے۔ اور اس نے بستی خیل اور ارگندھی میں جو کابل سے قندھار اور جلال آباد کی سڑکوں پر پندرہ میل کی مسافت پر ہیں۔ سپاہ مجتمع کر دی ہے تاکہ حملہ آوروں کا مقابلہ کیا جا سکے۔

پشاور ۲۶ جنوری۔ افغانستان کے تجارتی ایجنٹ عبدالحکیم خاں کو آج افغانستان کے وزیر خارجہ غلام صدیق خاں (قندھار) کی جانب سے ایک تار موصول ہوا ہے۔ جس میں تحریر ہے۔ کہ افغانستان کی تمام موٹریں جو پچھلے دنوں یورپ سے آئی ہیں۔ قندھار بھیجدی جائیں۔ انہیں جلد بھیجدیا جائیگا۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ بچہ سقہ نے وزارت مرتب کر لی ہے۔ جس میں شاہ امان اللہ خاں کے سوتیلے بھائی کبیر خاں، شیر محمد، محفوظ جان اور محمد عمر خاں شامل ہیں۔ محفوظ جان وہی شخص ہے جسے شاہ امان اللہ خاں نے رشوت ستانی کے جرم میں ایک لاکھ روپیہ جرمانہ اور دس سال قید کی سزا دی تھی۔ ان میں کبیر خاں تو وزیر اعظم اور شیر محمد وزیر داخلہ مقرر ہوئے ہیں۔

نئی دہلی ۲۷ جنوری۔ حکومت ہند نے مجلس مرکزیہ خلافت کے وفد کو افغانستان جانے کیلئے پروانہ راہداری دینے سے معذوری ظاہر کی ہے۔ اس طرز عمل کے اسباب و وجوہ سر ڈینس برے نے ایک برقی پیغام میں بیان کئے ہیں جو انہوں نے مجلس مذکور کے سیکرٹری کے نام ارسال کیا ہے پیغام مذکور حسب ذیل ہے۔ افغانستان کی موجودہ خانہ جنگی ناقابل عبور برف و سڑکوں پر مالی اور جانی خطرات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جن کی بنا پر حکومت ہند برطانوی ہندوستانی اور غیر ملکی اشخاص کے بچوں اور عورتوں کو افغانستان سے منتقل کرنے کیلئے خاص تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ اور نہیں معلوم کس وقت مردوں کے تخلیہ کا بھی انتظام کرنا پڑے۔ مزید براں اس ضرورت کو پیش نظر رکھکر کہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کے اصول کی پابندی سختی سے کی جائے۔ حکومت ہند اس امر پر مجبور ہے۔ کہ افغانستان کے لئے تمام پروانہ ہائے راہداری کا اجراء معرض التوا میں ڈالدیا جائے۔ اور افغان رعایا کے سوا کسی کو سرحد عبور کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

لاہور ۲۷ جنوری۔ پنجاب پراونشل مسلم لیگ نے اپنے اجلاس میں چند قراردادیں منظور کیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔ حکومت ہند نے معاملات افغانستان کے متعلق جو رویہ اختیار کیا ہے۔ وہ قابل قدر ہے۔ لیگ توقع کرتی ہے۔ کہ حکومت اپنی اس عدم مداخلت کی روش پر قائم رہے گی ؛

حکیم برہم صاحب ایڈیٹر مشرق گورکھپور نے فالج کے ایک مہلک حملہ سے گورکھپور میں انتقال کیا ؛

نئی دہلی ۲۸ جنوری۔ پرائیویٹ اطلاعات مظہر ہیں کہ پشاور اور چمن کے کابلی باشندوں نے بہت سا روپیہ جمع کیا ہے۔ جو کہ اس غرض سے شاہ امان اللہ خاں کو بطور قرضہ دیا جائے گا۔ کہ آپ بچہ سقہ کے خلاف جنگ کر سکیں۔ مذکورہ رقم دس ہزار روپیہ سے لے کر پچاس ہزار روپیہ تک ہے ؛

نئی دہلی ۲۷ جنوری۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ ریلوے بورڈ میں حیرت انگیز تبدیلیاں ہونے والی ہیں۔ چنانچہ اسمبلی کے مطالبہ کو مدنظر کرتے ہوئے ریلوے بورڈ میں ایک ہندوستانی کو بطور ممبر لے لیا جائے گا۔

غیر ممالک کی خبریں

لندن ۲۴ جنوری۔ چین میں کمیونسٹوں نے از سر نو سر ابھارا ہے۔ اور ان کی سرگرمیاں بدستور جاری ہیں۔ شنگھائی سے ۳۰ میل جنوب میں چرانگنگ نامی قصبہ پر دو سو کمیونسٹوں نے یورش کی۔ اور شہر کو لوٹ کر آگ لگا دی۔ ۳۰ باشندے جان سے مارے گئے۔ اور ستر مجروح و مضروب ہوئے۔ کشتگان میں ایک اسی سالہ بڑھیا بھی تھی۔ اسکو زندہ ہی آگ میں جلا دیا گیا تھا۔

بگوڈ (کولمبیا) ۲۴ جنوری دریائے میگڈیلینا میں جہاز سوفیل کا بوائلر پھٹ گیا۔ جس کے دھماکے سے کہا جاتا ہے کہ ۲۰ افراد لقمۂ اجل ہو گئے ہیں۔ بعض افراد کی اعضا شکستہ لاشیں ملی ہیں ؛

لندن ۲۳ جنوری۔ امپیریل ایرویز لمیٹڈ اگلے مہینے سے ہندوستان کو ہفتہ وار ہوائی ڈاک جاری کرے گی۔ چٹھی کا محصول ایک شلنگ فی اونس ہوگا۔ اور مسافروں کا کرایہ ایک طرف کا ایک سو پچاس سٹرلنگ ہے۔ سفر کا وقت موجودہ ایک ہفتہ سے کچھ کم ہو جائیگا۔ راستے میں لائٹ ریفریشمنٹ کی اشیا مسافروں کو دستیاب ہو سکیں گی ؛

۲۴ جنوری ۱۹۲۹ء کے ام القریٰ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ سمندر کے راستے آنے والے حجاج کی تعداد ۲۸۵۹ تک پہنچ چکی ہے۔ گذشتہ سال اس تاریخ کو یہ تعداد ۲۳۳۲ تھی۔

قاہرہ ۲۶ جنوری۔ انگریزوں کے مخالف شیخ عبدالعزیز شادیش کا انتقال ہو گیا ہے ؛

لندن ۲۴ جنوری۔ دارالعوام میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے وزیر آبادیات نے کہا کہ عراقی کابینہ اس لئے مستعفی ہوا ہے۔ کہ وہ ملک معظم کی حکومت سے فوجی و مالی عہدناموں میں جو ۱۹۲۴ء میں حکومت عراق سے ہوئے تھے۔ ترمیم کرانے کے متعلق اختلاف رائے رکھتے تھے۔ اہم سوال زیر بحث عراق کی مقامی قوتوں (نہ کہ برطانوی قوت پرواز) کے متعلق ہے اس لئے عراق سے شاہی قوت پرواز کا واپس لانے کا سوال پیدا نہیں ہوگا ؛

(عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)